

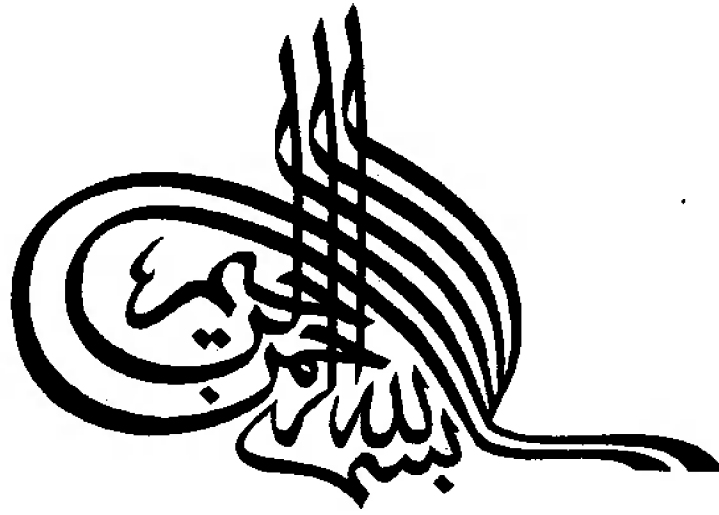
فَاذَارْكُمْ فِي الْفُلْكِ دَعَا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ اذْهَبَ الْكُفْرُ اَهُمْ يَشْكُرُونَ [العنكبوت: ٦٥]

”پھر (مشرک) لوگ جب کسی غیر جانبدار سے توبہ اللہ تعالیٰ کے لئے دین کو الٹ کر لے کر رہے ہوتے ہیں
 اسی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں چار خشکی میں لاتا ہے تو یہ فوراً شرک شروع کر دیتے ہیں۔“

شیخ عبدالقادر جیلانی ^{رح} اور موجودہ مسلمان

تالیف
 حافظ امیر حسین لاہوری





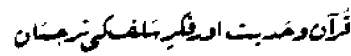
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے

شوروم۔ والی کتاب گھر
چوک اردو بازار نزد جامعہ عربیہ کراچی 14-1613-444



مبشر اکیڈمی لاہور

E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878

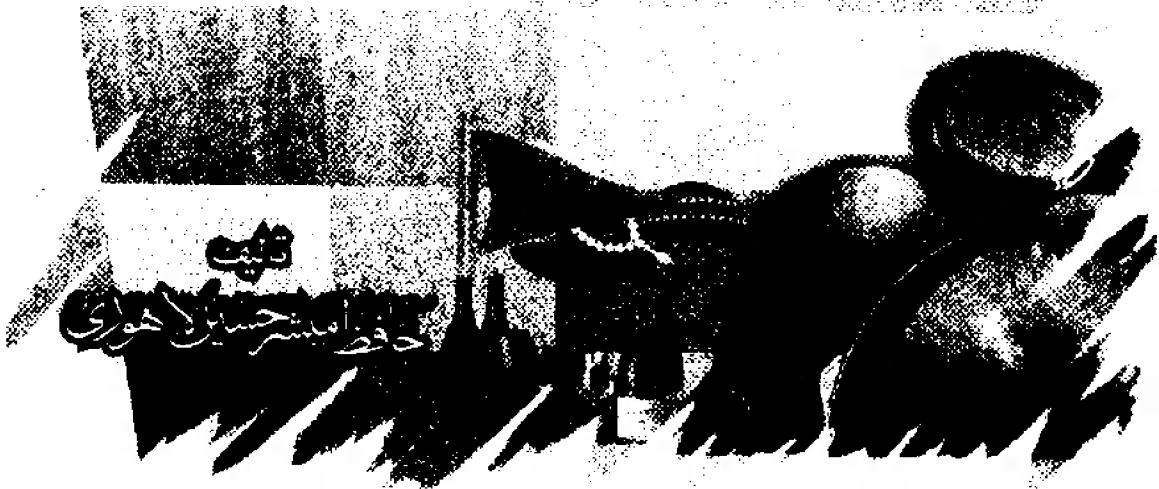


ڈیزائننگ ----- مدثر

ناشر: مبشر اکیڈمی لاہور E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878



موجودہ مسلمان



تالیف
میرزا حسن علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

7	پیش لفظ	✽
9	باب (1) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مستند سوانح حیات	
11	ابتدائی حالات زندگی	✽
12	تعلیم و تربیت	✽
13	شیوخ و تلامذہ	✽
13	شیخ کی آل اولاد	✽
14	شیخ کا حلقہ درس	✽
15	شیخ کی تالیفات و تصنیفات	✽
19	باب (2) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقائد و نظریات اور فقہی مسلک	
21	ایمان کے بارے میں	✽
22	توحید کے بارے میں	✽
22	اسماء و صفات کے بارے میں	✽
23	قرآن مجید کے بارے میں	✽

23	آحضرت کے بارے میں	✽
25	روشرک و بدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات	✽
27	خلاصہ بحث اور ابن تیمیہ کی رائے	✽
29	فقہی مسلک	✽
31	شیخ جیلانیؒ اور زہد و تصوف	✽
34	شیخ کی کرامات	✽
36	شیخ کی کرامات پر مشتمل کتابیں جھوٹی ہیں!	✽
42	شیخ کے بعض تفردات	✽
49	باب (3) شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیا دین!	
51	شیخ جیلانیؒ کو غوث اعظمؒ کہنا	✽
61	یا عبد القادر شینا اللہ اور صلاۃ غوثیہ کی حقیقت	✽
63	شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں	✽
78	سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت	✽
83	باب (4) خلاصہ بحث اور اہم نکات	
89	غوث قطب اور ابدال کا عقیدہ رکھنا کفر اور شرک ہے!!	✽

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام سے کون واقف نہیں۔ علمی مرتبہ، تقویٰ و للہیت اور تزکیہ نفس کے حوالہ سے شیخ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت و احترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔ مگر شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے فرط عقیدت میں شیخ کی خدمات و تعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کر رکھا ہے جو نہ صرف قرآن و سنت کے صریح منافی ہے بلکہ خود شیخ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلو کاریاں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء و مشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال ایک دینی و اصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ سطور لکھنے کی جسارت کر رہا ہے۔ اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہو جائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ

کتاب ہذا کو بنیادی طور پر تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب، شیخ جیلانی کے مستند سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں شیخ کے عقائد و نظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے باب میں ان غلط عقائد کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔



باب 1

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے
مستند سوانح حیات





ابتدائی حالاتِ زندگی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنکی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔^(۱)

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسن بن علیؑ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقول بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔^(۲) سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

”جیلان یا گیلان (کیلان) کو دہلیم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین تالیس واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراق عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندران کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحر قزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔“^(۳)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

(۱) [دیکھئے: (سیر اعلام النبلاء: ۴۰/۴۳۹)، (المبدایہ والنہایہ: ۱۲/۲۵۲)، (فوات الوفيات: ۲/۳۷۳)،

(شذرات الذہب: ۴/۱۹۸)]

علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب ’امام حنابلہ‘ ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات المحن بلادین رجب: ۱/۲۹۱)]

(۲) [سیر اعلام النبلاء: (ایضاً)]

(۳) (دائرة المعارف: ۶۲۱/۱۱ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت: ۱/۱۹۷)

تعلیم و تربیت

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کتب تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

- ”آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔“ (۱)
- امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نو جوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (۲)
- علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ
- ”میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرون خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:
- ”تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔“ (۳)

شیوخ و تلامذہ

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے:

”قاضی ابوسعید خدری، ابو غالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعید بن خنیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ“ (۴)

(۱) [اردو دائرۃ المعارف: ۱۴/۹۲۹]

(۲) [یہ ایضاً]

(۳) [نفعات الانس ص: ۵۸۷، انوار الدین جامی، بحوالہ دائرۃ المعارف، ایضاً]

(۴) [سیر: ۲۰/۴۴۰]

جبکہ دیگر اہل علم نے ابو زکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابو الوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔^(۱)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

”ابو سعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن اوریس، احمد بن مطیع ابو ہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ“ (ایضاً)

شیخ کی اولاد

امام ذہبی شیخ عبدالقادر جیلانی کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”وُلِدَ لِأَبِي تِسْعَةَ وَأَرْبَعُونَ وَلَدًا سَبْعَةً وَعِشْرُونَ ذَكَرًا
وَالْبَاقِي أُنْثَى“ (۲)

”میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔“

شیخ کا حلقہ درس

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا جس اخلاص و للہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی و تربیتی حلقہ بن گیا۔ حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراء و وزرا اور

(۱) (دائرة المعارف، اردو: ۱۱: ۶۳۰)

(۲) (سیر: ۲۰: ۲۳۷ نیز دیکھئے: فوات الوفيات: ۲: ۳۷۲)

بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقہ سوعظ و نصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ و نصیحت کا یہ سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔^(۱)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخزومی حنبلی سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخزومی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کر دیا۔ اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔“^(۲)

شیخ کی وفات: امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ”شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰ ربيع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔“^(۳)

تالیفات و تصنیفات

شیخ جیلانی ”بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ و مبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کر کے آپ کی طرف منسوب کر رکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا باختصار جائزہ لیتے ہیں:

(۱) [سیر: ۲۰: ۲۳۶]

(۲) [البدایہ والنہایہ: ۴: ۲۵۲]

(۳) [سیر: ۲۰: ۲۵۰]

① غنیۃ الطالبین:

اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: (الغنیۃ لطالبی طریق الحق) یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار و نظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب 'کشف الظنون' میں رقم طراز ہیں کہ

”الغنیۃ لطالبی طریق الحق للشیخ عبد القادر الکیلانی الحسنی

المتوفی سنة ۵۶۱ ھ إحدى وستین وخمس مائة“ (۱)

”غنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی

کتاب ہے۔“

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ (۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (۳) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

② فتوح الغیب:

یہ کتاب شیخ کے ۷۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

”شیخ عبدالقادر نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں

میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع

[۱] کشف الظنون (ص: ۱۲۱/۲)

[۲] (البدایہ: ۲۵۲/۳)

[۳] مجموع الفتاویٰ (ج ۵ ص ۱۵)

روایات بھی درج کر دی ہیں۔“ (۱)

③ الفتح الربانی و الفیض الرحمانی:

یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (۲)

④ الفیوضات الربانیة فی المآثر والأوراد القادرية:

اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الاعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسماعیل بن سید محمد قادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف و اوراد اور بدعات و خرافات پر مبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

⑤ الأوراد القادرية:

یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پر مبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کر کے شیخ کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶) بشائر الخیرات (۷) تحفة المتقین وسبیل العارفين

(۸) الرسالة القادرية (۹) حزب الرجا والانتفاء

(۱۰) الرسالة الغوثية (۱۱) الکبريت الاحمر فی الصلاة

علی النبی

(۱) (الہدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون: ۲/۲۴۰)

(۲) (دیکھئے: الاعلام از زرکی: ۳/۴۷۷)

(۱۲) مراتب الوجود

(۱۳) یواقیت الحکم

(۱۴) معراج لطیف المعانی

(۱۵) سر الأسرار ومظهر الأنوار فیما یحتاج الیه الأبرار

(۱۶) جلاء الخاطر فی الباطن والظاهر

(۱۷) آداب السلوک والتوصل الی منازل الملوک^(۱)



(۱) شیخ کی متدرجہ تصنیفات و تالیفات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مجمع المؤلفین: ۳۰۷/۵، دائرة

المعارف اردو: ۹۳۲/۱۱، ہدیۃ العارفین: ۵۹۶/۱، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ ۱



باب 2

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقائد و
نظریات اور فقہی مسلک





شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ

شیخ کی ذاتی تصنیفات کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو اہل السنۃ کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ آپ خود اپنے عقیدہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ

”اعتقادنا اعتقاد السلف الصالح والصحابۃ“^(۱)

”ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا ہے۔“

بلکہ شیخ دوسروں کو بھی سلف صالحین کا عقیدہ و مذہب اختیار کرنے کی اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ

”علیکم بالاتباع من غیر ابتداء، علیکم بمذہب السلف الصالح
امشوا فی الجادة المستقیمة“

”تمہیں چاہیے کہ (کتاب و سنت کی) اتباع اختیار کرو اور بدعات کا ارتکاب نہ کرو
اور تمہیں چاہیے کہ سلف صالحین کے مذہب کو اختیار کرو اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر
تمہیں گامزن رہنا چاہیے۔“^(۲)

نیز فرماتے ہیں کہ ”فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سنه
رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله“^(۳)

(۱) [سیر اعلام النبلاء: ۲۰: ۲۴۲]

(۲) [الفتح الربانی: مجلس العاشر ص ۳۵]

(۳) [الغنیۃ: ۱/ ۱۶۵]

”مومن کو چاہیے کہ سنت اور سنت پر چلنے والی جماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ ہے جسے رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور جماعت وہ ہے جس پر اللہ کے رسول کے صحابہ کا اتفاق رہا۔“

شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات کی مزید معرفت کے لئے ہم ان کی مختلف کتابوں سے ان کے عقائد و نظریات کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

ایمان کے بارے میں

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقہ ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

”ونعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان ويقوي بالعلم ويضعف بالجهل وبالتوفيق يقع“ (۱)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔“

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

”الإيمان قول وعمل لأن القول دعوى والعمل هو البينة والقول صورة والعمل روحها“ (۲)

”ایمان قول و عمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل

(۱) (الغنية: ۱/۱۳۵)

(۲) (ص ۱۴، ایضاً)

ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔“

توحید کے بارے میں

توحید ربوبیت والوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

”النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهي مفتقرة له بالعبودية“^(۱)

”انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے رب کا مطیع ہے کیونکہ رب تعالیٰ ہی اس کے خالق و مالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔“
نیز فرماتے ہیں کہ

”الذي يجب على من يريد الدخول في ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله إلا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالى“^(۲)

”جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلان برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔“

اسماء و صفات کے بارے میں

اسماء و صفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

”ولا نخرج عن الكتاب والسنة نقرأ الآية والخبر ونؤمن بما فيهما

(۱) [فتح الغیب: ص ۲۱] (۱)

(۲) [الغنية: ۱۳۱] (۲)

(۳) [ایضاً: ۱۲۵] (۳)

ونكل الكيفية الى علم الله عز وجل“ (۳)

”(اسماء و صفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب و سنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ و حقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔“

اسماء و صفات کے حوالہ سے اہل النہ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جا بجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فرقہ ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ (۱)

قرآن مجید کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

”ونعتقد أن القرآن كلام الله وخطابه ووحيه الذي نزل به جبريل على رسول الله.....“ (۲)

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔“

آنحضرتؐ کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

”ويعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم رسول الله وسيد المرسلين وخاتم النبيين عليهم السلام“ (۳)

”تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں

(۱) [تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً: ۱۲۵/۱: ۱۳۰۴)]

(۲) (الغنية: ۱۲۷/۱)

(۳) [الغنية: (ایضاً)]

کے سردار اور خاتم النبیین یعنی آخری رسول ہیں۔“

آخرت کے بارے میں

شیخ آخرت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال

الله.....“

”روزِ آخرت قبروں سے جی اٹھنے اور حشر و نشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔“ (۱)

علاوہ ازیں عذابِ قبر، پل صراط، حوضِ کوثر، جنت و جہنم، میزان و شفاعتِ کبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غنیمۃ میں وہی عقائد رقم کئے ہیں جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہیں۔

ردِ شرک و بدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات

شیخ جیلانی ”توحید کے زبردست حامی اور شرک و بدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

① ”أن يمد يديه ويحمد الله ويصلي على النبي ﷺ ثم يسأل الله حاجته“

”انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد و ثنا کرے، محمدؐ

پر درود و سلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔“ (۲)

② ”ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله

والأليصمت“ (الغنية: أيضاً)

”آباء و اجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ

(۱) [الغنية: ۱/۱۳۶]

(۲) [الغنية: ۲/۹۲]

کی قسم کھائی جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔“

③ ”وَإِذَا زَارَ قَبْرًا لَا يَضَعُ يَدًا عَلَيْهِ وَلَا يَقْبَلُهُ فَإِنَّهُ عَادَةُ الْيَهُودِ وَلَا يَقْعُدُ

عَلَيْهِ وَلَا يَتَكَا إِلَيْهِ ثُمَّ يَسْأَلُ اللَّهَ حَاجَتَهُ“ (۱)

شیخ آداب قبور کی مسنون دعا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

”جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہودی

علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو“

④ ”وَتَكْرَهُ الطَّيْرَةَ وَلَا بَأْسَ بِالتَّفَاوُلِ“ (ایضاً)

”بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔“ بلکہ

بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

”جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔“ (۲)

⑤ ”اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا، وَافْقُوا وَلَا تَخَالَفُوا، أَطِيعُوا وَلَا تَعْصُوا، اخْلَصُوا

وَلَا تَشْرِكُوا وَاحِدُوا الْحَقَّ وَعَنْ بَابِهِ لَا تَبْرَحُوا، سَلُّوهُ وَلَا تَسْلُكُوا غَيْرَهُ

اسْتَعِينُوا بِهِ وَلَا تَسْتَعِينُوا بِغَيْرِهِ تَوَكَّلُوا عَلَيْهِ وَلَا تَتَوَكَّلُوا عَلَى غَيْرِهِ“ (۳)

”سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف

ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ

کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی

اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل واعتماد کرو اس

(۱) (الغیۃ: ۹۱/۱)

(۲) (الغیۃ: ۹۶/۱)

(۳) [الفتح الربانی: ۱۵۱]

کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔“

شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ”اے ہمارے رب! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض و سما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض و سما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے رب! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفاء عطا فرما۔“ (۱)

”ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔“ (۲)

قبولیت عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں:

”إذا عملت هذه الأعمال..... وإصابة السنة“ (۳)

”تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔“

خلاصہ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ شیخ

(۱) [الغنیۃ: ۹۶/۱]

(۲) [فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳، ص ۸۹]

(۳) [الفتح الربانی: ص ۱۰]

جیلانی سلفی العقیدہ تھے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تمام فرق ضالہ کی بھرپور تردید کی ہے۔ شیعہ وروافض، مرجیہ و قدریہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کی تردید تو بہت نمایاں ہے جبکہ ان کے علاوہ صرف ایک ہی گروہ ایسا رہ جاتا ہے جسے فرقہ ناجیہ کہا جاسکتا ہے اور اسی گروہ کو شیخ نے اصحاب الحدیث اور اہل السنۃ قرار دے کر ان کی تعریف و توصیف کی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی انہی کی طریق پر چلنے کی جا بجا ہدایت کی ہے۔

لہذا اب یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو فرق ضالہ کے عقائد و نظریات کی نشاندہی و تردید کے حوالہ سے ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، نے شیخ جیلانی اور ان کے بعض اقوال و فرمودات کو اپنے فتاویٰ میں بطور تائید و استشہاد جا بجا نقل کیا ہے (۱) اگر شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات میں کوئی بگاڑ ہوتا تو ابن تیمیہ اس کی ضرور نشاندہی اور تردید فرماتے مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے شیخ جیلانی کا نہ صرف ذکر خیر فرمایا ہے بلکہ انہیں 'اکابر الشیوخ'، 'الشیخ الامام' اور 'اھممتا' میں شمار فرمایا ہے۔ (۲)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ جیلانی کی کتابوں کے تتبع سے ان کے بعض تفردات بھی ملتے ہیں جن پر آئندہ سطور میں 'شیخ کے بعض تفردات' کے ضمن میں تبصرہ کیا جائے گا۔

(۱) مثلاً دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ (ج ۵ ص ۸۵، ج ۱۰ ص ۴۵۵، ۴۵۴، ۵۲۸، ج ۱۱ ص ۶۰۴)

(۲) [دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ج ۱۱ ص ۶۰۴، ج ۵ ص ۸۵]

فقہی مسلک

آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے سیر أعلام النبلاء^(۱) اور عبدالحی بن عماد حنبلی نے شذرات الذهب^(۲) اور محمد بن شاكر كتمی نے فوات الوفيات^(۳) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود شیخ کے درج ذیل اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے:

① ”وینبغي للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورآة رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا أحمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه“^(۴)

”امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے او جھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔“

② ”وروی أماننا أبو عبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له بإسناده عن

(۱) [سیر أعلام النبلاء (۴۳۹/۲۰)]

(۲) [شذرات الذهب (۱۹۹/۴)]

(۳) [فوات الوفيات (۲۹۵/۲)]

(۴) [الغنية: ج ۲، ص ۲۰۰]

أبي موسى الأشعري.....“

”ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ سے روایت کیا ہے.....“ (۱)

③ ”قال الإمام أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله

وأمانا على مذهبه أصلاً وفرعاً وحشراً في زمرته.....“ (ایضاً)

”امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا..... اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد و فروعی

مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روز محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اٹھائے.....“

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر

تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۱۰۹) مگر

مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ

شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ

صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قول امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے

تعارض کی صورت میں آپ حدیث نبویؐ ہی کو ترجیح و فوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ

موصوف غنیۃ الطالبین میں رقمطراز ہیں کہ

”ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وأفعالهم) بل إلى ما روى عن

الرسول ﷺ والاعتماد عليه حتى يدخل العبد في حالة ينفرد بها عن

غيره“ (۲)

”صالحین (علماء و مشائخ) کے افعال و اعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا

جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی

(۱) (ایضاً: ص ۲۰۳)

(۲) (ج ۲ ص ۱۳۹)

مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز و منفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔“ (پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰؐ کی وجہ سے ہے تاکہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد و تصوف

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیا (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیا کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔^(۱) البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلاف شرع امور بھی پائے جاتے ہیں^(۲) البتہ ان خلاف شرع امور کا تعلق عقائد و ایمانیات کی بجائے عبادات و معاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ خیر القرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ ’صوفی‘ بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔^(۳) اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم

(۱) (دیکھئے: تاریخ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص ۵۲۰ تا ۵۲۳)۔

(۲) (مثلاً دیکھئے: شریعت و طریقت از عبدالرحمن کیلانی: ص ۱۵۶، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰ وغیرہ)۔

(۳) (دیکھئے: شریعت و طریقت: ص ۱۱۷ نیز مجموع الفتاویٰ: ۶/۱۱)۔

ہو کر رہ گئیں۔ گویا متقدمین کے ہاں لفظ صوفی دراصل زہد و عابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی ”ازہد“ فی الدنیا یحبک اللہ ” دنیا سے بے رغبتی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔“ (۱) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد و عباد ہی تھے، کے طرز عمل، طریقہ عبادت اور تزکیہ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدف تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرز زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب و سنت کے عالم باعمل اور دین و شریعت کے اسرار و رموز سے کما حقہ واقف تھے۔ تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات و معاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین و شریعت کے متوازی دین ’طریقت‘ ایجاد کر لیا جو نہ صرف عبادات و معاملات میں دین و شریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد و نظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی و یونانی فلسفہ تصوف کو اسلام میں درآمد کر لیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدت الوجود جیسے شرکیہ فلسفہ تصوف کے حق و اثبات میں قرآن و سنت

☆ لیکن اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرے جما لئے جائیں اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کی بجائے الگ تھلگ کنیا بنا کر اپنا ماتھے کی محراب چوڑی کی جاتی رہے۔ بلکہ اگر زہد کا یہی معنی ہوتا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کم از کم ایسا ضرور کرتے مگر ان کا طرز عمل زہد کے اس تصور کی مکمل نفی کرتے ہوئے زہد کا یہ حقیقی تصور اجاگر کرتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا ہی کو مقصود اصلی سمجھنے کی بجائے اسے ضرورت کی جا سمجھا جائے اور ضرورت ہی کی حد تک اس سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھ دیگر انسانوں کی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

سے غلط و بے جا استشہاد کرنے لگے.....!!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپر قلم فرمائی ہے۔^(۱)

جو دراصل زہد و تقویٰ سے متعلق تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آداب معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ اور گزشتہ سطور میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد و تقویٰ ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیاء کے عقائد و نظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کے عقائد و نظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ شیخ کے عقائد و نظریات کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانیؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہو چکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

”منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورت حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کر لی تھی۔“^(۲)

علاوہ ازیں دائرہ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

”شیخ عبدالقادر تصوف میں پُر اسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔“ (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

(۱) (دیکھئے: ج ۲ ص ۶۹ تا ۶۳۳) |

(۲) (انبار الخیر ص ۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو ج ۱۲ ص ۹۳۳) |

”وہو بجهة العلو مستو علی العرش واللہ تعالیٰ علی العرش
وہو باین من خلقہ ولا یخلو من علمہ مکان ولا یعجز وصفہ بانہ فی کل
مکان بل یقال انہ فی السماء علی العرش“
اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے اور
وہ مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ
کہنا درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ
آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے
کہ ﴿الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ (طہ: ۵) ”رحمن، عرش پر مستوی ہے۔“ (۱)
یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح
کریں گے۔

شیخ کی کرامات

جب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء و رسل کے ہاتھوں کوئی خرق عادت کام ظاہر
ہو تو اسے معجزہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی لٹھی کا اڑ دھا بن جانا، حضرت ابراہیمؑ
کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا، نبی اکرمؐ کے لئے چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا وغیرہ وغیرہ۔ اور
جب کسی نیک صالح مومن کے ہاتھوں کوئی خرق عادت چیز ظاہر ہو تو اسے کرامت کہا
جاتا ہے جیسے حضرت مریمؑ کے پاس بے موسی پھلوں کا آنا (آل عمران: ۳۷)، بعض صحابہ
کے لئے اندھیرے میں منسا کا روشن ہونا وغیرہ البتہ معجزہ اور کرامت کے حوالہ سے یہ
باتیں یاد رہیں کہ

- ① معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہے اور کرامت ولی کے ہاتھوں۔
 - ② جس طرح کوئی ولی، کسی نبی کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کسی ولی کی کرامت کسی نبی کے معجزے کے مساوی نہیں ہو سکتی۔^(۱)
 - ③ معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء و اولیاء کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم و مرضی پر موقوف ہوتا ہے۔^(۲)
 - ④ نبی کے معجزے سے انکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کو تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی۔^(۳)
- اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امر مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دو طرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہئے۔ البتہ شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدم اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ

(۱) (النبات ابن تیمیہ: ج ۹ ص ۱۰۹ تا ۱۱۶)

(۲) (مشاہد کیلئے: ص ۹۰ تا ۹۳)

(۳) (دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ۲۰۸/۱۱)

اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

”قلت ليس في كبار المشايخ من له أحوال وكرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيراً منها لا يصح وفي بعض ذلك أشياء مستحيلة“^(۱)

”میں کہتا ہوں کہ بابر اولیا و مشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانی سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانی کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔“

”کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ^(۲) میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق درج ذیل ہیں:

شیخ کی کرامات پر مشتمل کتابیں جھوٹی ہیں!

□ شیخ جیلانی کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطنوفی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانی کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطنوفی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔^(۳) جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔ شطنوفی شیخ جیلانی کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ

(۱) (سیرت ج ۲ ص ۲۵۰)

(۲) البدایہ والنہایہ (ج ۱۲ ص ۲۵۲)

(۳) (دیکھئے الاعلام: ۵: ۱۸۸، کشف الظنون: ۱: ۲۵۷)

جیلانی کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطنوفی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطنوفی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطور مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

”ذکر فیہ غرائب وعجائب وطعن الناس فی كثير من حکایات و أسانیدہ فیہ“

”شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب و غریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔“^(۱)

② ابن الوردي اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

”إن فی البهجة أمور لا تصح ومبالغات فی شان الشيخ عبدالقادر لا تلیق إلا بالربوبية“^(۲)

”بہجۃ الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔“

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

”قد جمع المقرئ أبو الحسن الشطنوفی فیہ من الروایة عن المجہولین إن الشطنوفی نفسہ کان متہما فیما یحکیہ فی ہذا

(۱) [الدرکامند: ۱۳۲/۳]

(۲) [کشف الظنون: ۱/۶۵۷]

(۳) [ذیل الطبقات لابن رجب: ۲۹۳/۱]

الکتاب بعینه“ (۳)

”شطونفی نے شیخ جیلانی پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ برسی سنائی بات کو آگے بیان کر دے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کر سکوں کیونکہ اول تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افتراء اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانی کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانی کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطونفی نے اپنی اس کتاب بھجة الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطونفی مُتَّهِم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔“

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بھجة الأسرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہو جاتی ہے، تاہم سردست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ اقتباسات میں سے پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان ائمہ نقاد کے بارے میں علمی و تحقیقی جواب دینے کی بجائے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

”وَأَنى لَغيبى جَاهِل حاسِد ضِع عمره فى فهم ما فى السطور وقع
بذلك عن تزكية النفس وإقبالها على الله أن يفهم ما يعطى الله سبحانه
و تعالیٰ) أولیاء و من التصریف فى الدنيا والآخرة“

”اس کندہ ناتراش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بھجة الأسرار کی

عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کر دی اور تزکیہ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف و اختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔“

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے بھجۃ الأسرار پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار و نظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ و مسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہئے!!

قلائد الجواہر بھی بھجۃ الأسرار کی طرح جھوٹی کرامتوں کا پسندہ ہے!

□ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع و مستقل کتاب قلائد الجواہر ہے جسے محمد بن یحییٰ القاذفی (۹۶۳ م، دیکھئے الاعلام: ۱۱/۸) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت بھجۃ الأسرار سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات تو بھجۃ ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرض اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے، صاحب کتاب رقمطراز ہیں کہ

”سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہل بغداد کی نظر سے آپؑ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آ رہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو ’سلام علیک‘ کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جانے نماز

(۲) (الاعلام: ۳/۲۱۰)

نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تسری کو ان کی وفات کے بعد بھی شیخ جیلانی کا دیدار نصیب کروا دیا.....!!

اس پر طرہ یہ کہ 'قلائد' کے مترجم اور قلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی 'سیرت غوث الثقلین' ص ۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جا رہے ہیں اور ان 'محققین' کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے تکی باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل و بصیرت کو بھی استعمال کر لیں!!

□ شیخ کے حالات و کرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہو چکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد واقعات و کرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدرجہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جاسکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں، تراجم اور سیر و رجال کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبی، الطبقات الکبریٰ از شعرائی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق از بس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانی پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مند ان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کلا' و 'مالک ملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیاء کو بھی حاصل

نہیں۔ (دیکھئے: سورۃ الاسراء: ۹۰-۹۳)

شیخ کے بعض تفردات

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل و مناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب و یابس ملے، اسے بلا تحقیق سپرد قلم کر دیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیر مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی و فکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی و نظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کے فضائل و مناقب اور علمی و جاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی و فکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنالیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت و دیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

شیخ کے عقائد و نظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو نکتہ نظر ہے وہ تو اوپر بیان ہو چکا، تاہم شیخ الاسلام کے شاگرد رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

”وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشأن وعليه ما أخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعود وبعض ذلك مكذوب عليه“ (۱)

”حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعویٰ قابل مواخذہ اور محل نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔“

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات و فرمودات ہیں جو محل نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی

(۱) یہ اعلام النبلاء: (۳۵۱/۲۰)

کئی چیزیں سامنے آجائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا و نسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گذرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے غنیۃ الطالبین پر اپنے حواشی میں کر دی ہے۔ جبکہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

① غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ

”قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار وأنبث الأشجار، اسم من عمّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوك في الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد“ (۱)

”کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہو گئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روز قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف و کرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔“ (۲)

❁ (۱) غنیۃ الطالبین (ج ۱ ص ۲۲۶) ۱

(۲) [نیز دیکھئے: الغنیۃ مترجم از شمس بریلوی ص ۲۵۰] ۲

مذکورہ اقتباس میں اوتاد و اقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جو نکتہ نظر پیش کیا ہے، اس کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شرکیہ آمیزش باسانی دور ہو سکے، سے راقم قاصر ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کر سکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، ابن حجر، ابن رجب وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر نے شیخ کے اہل السنۃ اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد و نظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کرائے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کر دیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتب احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہو سکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہئے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔ اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیاء کے ہاں ابدال و اقطاب کی اصطلاحات زہاد و عباد کے محض درجات و تفاوت کے لئے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیاء نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، ابدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کر دیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف امور کا مختار و مقرر بنایا ہے۔ حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعاتی حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں ابدال و اوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیاء سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہو گیا۔ واللہ اعلم!

اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی اسی کتاب ”غنیۃ“ میں ان

لوگوں کو ”مفوضہ“ سے منسوب کرتے ہوئے گمراہ قرار دیا ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کا انتظام و انصرام مخلوق میں سے کسی کے سپرد کر رکھا ہے۔ اس لئے جب شیخ ایسے لوگوں کو گمراہ قرار دے رہے ہیں، تو پھر وہ بذات خود ایسے عقائد و نظریات کیسے اپنا سکتے ہیں!؟

② شیخ فرماتے ہیں کہ ”وَنُؤْمِنُ بِأَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَزُورُهُ إِذَا أَتَاهُ وَآكَدَهُ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ“ (۱)

”ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہنچاتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوع

فجر کے بعد طلوع آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔“ (۲)

مذکورہ بالا تفرّد کی توجیہ یہ ہے کہ شیخ نے بعض ضعیف روایات کی بنا پر یہ بات کہی ہے کیونکہ بعض ضعیف روایات میں یہی بات منقول ہے۔ اس لئے زیادہ سے زیادہ اسے شیخ کی عدم واقفیت پر محمول کیا جائے گا۔ اور یاد رہے کہ شیخ ابن تیمیہ سے بھی یہ بات منقول ہے کہ ”ان المیت یعرف من یزوره“ (یعنی میت اسے پہچان لیتی ہے جو میت کی زیارت کے لئے (قبرستان) جاتا ہے) (۳)

حالانکہ میت کو اس دنیا کے حوالے سے کوئی شعور نہیں ہوتا، تاہم شیخ ابن تیمیہ کے اس

موقف کی بھی وہی توجیہ کی جائے گی جو شیخ جیلانی کے حوالے سے ہم نے پیش کر دی ہے۔

③ اللہم انی اتوجه الیک بنیک علیہ سلامک نبی الرحمة یا رسول

اللہ! انی اتوجه بک الی ربی لیغفر لی ذنوبی اللہم انی أسئلك

(۱) (غیة الطالبین: ۱۴۲) |

(۲) (الغنیۃ مترجم شمس بریلوی: ص ۱۶۵) |

(۳) (الفتاویٰ الکبریٰ)

بحقہ ان تغفر لی وترحمنی.....“ (۱)

”یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرمادے۔ یا اللہ! میں تیری نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما۔“

④ اسی طرح شیخ نے الغنیة (ج ۱ ص ۳۱۷ تا ۳۵۲) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔

⑤ اسی طرح شیخ نے غنیة الطالبین (ج ۲ ص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطور استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے دو کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کر دی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق و تطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء و مشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس نصیحت کو بھی مد نظر رکھیں:

”و کثیر من مجتہدی السلف قالوا و فعلوا ما ہو بدعة ولم یعلموا أنها
سعدہ اما لاحادیث ضعیفة ظنوها صحیحة و اما الآیات فہموا منہا ما لم
یرد منہا و اما لرای رأوہ و فی المسألة نصوص لم تبلغهم و اذا اتقی الرجل

ربہ ما استطاع دخل فی قوله تعالیٰ: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ

أَخْطَاْنَا﴾ وفي الصحيح (مسلم؛ ۱۲۶) أن الله قال: قد فعلت“ (۱)

”سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال و افعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں۔ یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہو سکتی تھی)۔ بہر حال جب کوئی شخص حتی المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمان خداوندی میں شامل ہے: ”اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا“ اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔“



باب 3

شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیا دین!



① شیخ جیلانیؒ کو 'غوثِ اعظم' کہنا

نفس مسئلہ پر بحث سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ 'غوثِ اعظم' کے معنی و مفہوم پر ذرا غور کر لیا جائے۔ 'غوث' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے 'مدد'۔ اگر اسے مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا معنی ہے 'مدد کرنا' البتہ مدد کرنے والے کو 'غاثث' بر زبان فاعل) کہا جائے گا اور مدد مانگنے والے کو 'مستغیث'۔ لیکن اگر مصدر کو بطور اسم فاعل استعمال کیا جائے تو پھر 'غوث' مددگار کا معنی ادا کرے گا اور شیخ جیلانیؒ کو غوث کہنے والے اس کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح لفظ 'اعظم' بھی عربی زبان میں بطور اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے 'سب سے بڑا'۔ گویا 'غوثِ اعظم' کا معنی ہوا..... 'سب سے بڑا مددگار'۔ سب سے بڑا مددگار کون ہے؟ یہ سوال اگر آپ ایک عام مسلمان سے بھی کریں گے تو وہ جواباً یہی کہے گا کہ 'اللہ تعالیٰ'..... کیونکہ دین اسلام نے عقیدہ توحید کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں، نفع و نقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، صرف وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ وہی خالق، رازق (داتا) اور مالک الملک ہے۔ بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (آل عمران: ۱۲۶)

”اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔“

② ﴿وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا﴾ (الاحزاب: ۱۸)

”اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں پائیں گے۔“

③ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ (البقرہ: ۱۰۷)

”اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔“

④ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (الشوریٰ: ۴۶)

”ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔“

⑤ ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ

فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ (یونس: ۱۰۷)

”اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس تکلیف کو دور

کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی ہٹانے والا

نہیں۔“

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار

ہے جبکہ دیگر بہت سی آیات میں نہ صرف غیر اللہ کو پکارنے، اسے مددگار سمجھنے کی نفی کی گئی ہے

بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک، ظالم اور عذاب کا مستوجب قرار دیا گیا ہے، مثلاً

① ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ

إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس: ۱۰۶)

”اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پھر اگر

تم نے ایسے کیا (غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

② ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ

الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ﴾ (الاحقاف: ۵)

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو تا قیامت اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو ان (پکارنے والوں) کی پکار سے بھی بے خبر ہیں!“

③ ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ (الشعراء: ۲۱۳)

”پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی (ایسا کر کے) سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔“

ایک شبہ کا ازالہ:

کئی سادہ لوح یہاں یہ اعتراض اٹھا دیتے ہیں کہ اگر غیر اللہ (انبیاء و رسل، اولیاء و مشائخ وغیرہ) سے مانگنا شرک ہے تو پھر اولاد، اپنے والدین سے، خاوند اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے، مزدور اپنے مالک، دوست اپنے دوستوں سے اشیاء ضرورت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے سے مدد و تعاون کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اس طرح تو یہ تمام لوگ مشرک ہوئے.....؟

یہاں دراصل ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کو مختلط کر کے خلط مبحث کیا گیا ہے حالانکہ جن کاموں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے، انہیں خود قرآن مجید کی رو سے شرک قرار نہیں دیا جاسکتا اور مذکورہ بالا تمام مثالوں کا تعلق ظاہری اسباب سے سمجھئے دوسرے لفظوں میں ماتحت الاسباب بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ غیر اللہ سے استمداد اس وقت شرک کے زمرے میں داخل ہے جب ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں ان سے مدد مانگی جائے، اسے ہی مافوق الاسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ سے اگر کوئی اولاد

مانگے تو یہ صریح شرک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اولاد عطا کرنے کے ظاہری اسباب موجود نہیں مگر اولیاء و مشائخ اور بالخصوص شیخ جیلانی کو غوث اعظم کہنے والے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی انہی کے ہاتھ میں تھا رکھی ہے اور انہیں کُنْ فَيَكُونُ کی قدرت سے نوازا رکھا ہے! ہمارے اس دعویٰ پر یقین نہ آئے تو پھر شیخ کی طرف منسوب درج ذیل واقعات کا کیا جواب ہے.....

① ”شیخ شہاب الدین سہروردی جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوح محفوظ میں دیکھا اور اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرمادیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوث اعظم ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جاتیرے لڑکا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہِ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا یہ دیکھو تو، یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا تھا اور وہ یہی شہاب الدین سہروردی تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔“ (۱)

اسی واقعہ کے اوپر شیخ جیلانی کے بارے میں یہ شعر لکھا ہے

لوح محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

② ”ایک روز ایک عورت حضرت محبوب سبحانی غوث صدیقی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہِ غوثیت کی پناہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور دعا فرمائیں

(۱) (باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی ص ۲۶ نیز دیکھئے کرامات غوث اعظم ص ۸۱)

کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے مراقبہ فرما کر لوح محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو پتہ چلا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے بارگاہ الہی میں دو بیٹوں کے لئے دعا کی۔ بارگاہ الہی سے ندا آئی کہ اس کے لئے تو لوح محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا۔ آپ نے دو بیٹوں کا سوال کر دیا۔ پھر آپ نے تین بیٹوں کے لئے سوال کیا تو پہلے جیسا جواب ملا پھر آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے، یہ بھی بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔^(۱)

③ ”حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا ایک خادم انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی آہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ حضور میرا خاوند زندہ ہونا چاہئے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا اور علم باطن سے دیکھا کہ عزرائیل علیہ السلام اس دن کی تمام ارواح قبضہ میں لے کر آسمان کی طرف جا رہا ہے تو آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا ٹھہر جائیں اور مجھے میرے فلاں خادم کی روح واپس کر دیں تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ارواح کو حکم الہی سے قبض کر کے اس کی بارگاہ الہیہ میں پیش کرتا ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس شخص کی روح تجھے دے دوں جس کو بحکم الہی قبض کر چکا ہوں۔ آپ نے اصرار کیا مگر ملک الموت نہ مانے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی جس میں اس دن کی ارواح مقبوضہ تھیں۔ پس قوت محبوبیت سے ٹوکری ان کے ہاتھ سے چھین لی تو ارواح متفرق ہو کر اپنے اپنے بدنوں میں چلی گئیں۔ عزرائیل علیہ السلام نے اپنے رب سے مناجات کی اور عرض کیا: الہی تو جانتا ہے جو میرے اور تیرے محبوب کے درمیان گزری، اس نے مجھ سے

(۱) [کرامات غوث اعظم از محمد شریف نقشبندی، ص ۸۰، ۸۱]

آج کی تمام مقبوضہ ارواح چھین لیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اے عزرائیل! بے شک غوثِ اعظم میرا محبوب و مطلوب ہے تو نے اسے اس کے خادم کی روح واپس کیوں نہ دے دی۔ اگر ایک روح واپس دے دیتے تو اتنی روہیں ایک روح کے سبب کیوں واپس جاتیں۔ (۱)

یاد رہے کہ مندرجہ واقعات بھی اسی نوعیت کے ہیں جن کے بارے میں ’ہم شیخ کی کرامات‘ کے ضمن میں واضح کر آئے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت سخت مجروح اور ناقابلِ اعتماد ہے۔ اس لئے ان کی عدم اثبات پر دلائل کا طومار باندھنے کی بجائے شیخ کے عقیدت مندوں سے صرف اتنی گزارش کرنا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی یا کسی بھی ولی، نبی اور رسول کے بارے میں تصرف و اختیار کے ایسے عقیدہ کی قرآن و سنت کی موحدانہ سچی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں مگر افسوس ہے کہ ان اندھے عقیدت مندوں پر جو ایسی جھوٹی کرامتوں کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر بلکہ ان کے دین و ایمان پر بھی ڈاکے ڈال رہے ہیں اور پھر ہمیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ خود شیخ جیلانی کی تعلیمات بھی ایسے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے ان کی طرف منسوب کر کے عملاً اپنا رکھا ہے۔

شیخ جیلانی 'غوث' نہیں ہیں!

گذشتہ سطور میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ شیخ جیلانی کو 'غوث اعظم' سمجھنا نہ صرف قرآن و سنت کے خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے غالی عقیدت مند آپ کو غوث کہنے ہی پر مصر ہیں بلکہ ان عقیدت مندوں نے غوث، قطب، ابدال کے پس منظر میں دین اسلام کے متوازی ایک الگ دین وضع کر رکھا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تھام رکھا ہے۔^(۱)

علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیا ہیں جنہوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔^(۲) چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجبا' کہا جاتا ہے۔^(۳)

تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ (ایضاً: ۱۱۶) ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطب اکبر یا غوث اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔ جبکہ دنیا میں جو آفت و مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیا سے

(۱) (اصطلاحات الصوفیہ لکاشانی ص ۵۸)

(۲) ('معجم الفاظ الصوفیہ از ذاکم شہ قادی ص ۲۲)

(۳) (اصطلاحات لکاشانی ص ۱۱۳)

ہو کر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک!

مندرجہ بالا گمراہانہ عقائد و نظریات اسلام میں کیسے آئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل کے لئے مجموع الفتاویٰ (۱۶/۱، ۴۳۳، ۴۳۸ اور ۱۰۳/۲) وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے جہاں اس عقیدے کو شیخ ابن تیمیہؒ نے کفر و شرک سے تعبیر کیا ہے۔ علاوہ ازیں راقم بھی اپنے ایک مضمون التوسل والوسيلة مطبوعہ محدث لاہور (ج ۳۴، عدد ۱۲: ص ۲۴ تا ۳۶) میں غوث و ابدال والی روایات کی کمزوری واضح کر چکا ہے۔ تاہم اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی جنہیں غوث اعظم کہا جاتا ہے، نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزار دی، ان کا مولد و مدفن بھی بغداد ہی ہے تو پھر جب غوث کی شرائط ان پر منطبق نہیں ہوتیں تو انہیں غوث اعظم کہنا چہ معنی دارد؟ علاوہ ازیں یہاں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شیخ جیلانی کے بعد آج تک کون کون سے غوث دنیا میں گزرے ہیں؟ اور اس وقت مکہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب اس عقیدہ کا پرچار کرنے والوں کے پاس بھی نہیں ہے.....!

یہاں ہم ایک اور دلخراش حقیقت کی بھی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ شیخ جیلانی جن کے بارے میں یہ جھوٹے دعوے کئے جاتے ہیں کہ وہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے مریدوں کی دستگیری فرماتے اور دنیا سے مصائب و آفات رفع کرتے ہیں، کی اپنی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ آپ کی وفات کے چند ہی سال بعد ناصر الدین کے وزیر ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی نے آپ کے مکان (روضہ) کو مسمار کر کے آپ کی اولاد کو در بدر کر دیا حتیٰ کہ آپ کی قبر تک کھود ڈالی اور آپ کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ ”یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔“^(۱)

دیں اور کہا کہ ”یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔“^(۱)

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک تو یہ کہ شیخ جیلانی کو کائنات میں تصرف کی قدرت نہیں تھی۔ ورنہ آپ اپنی قبر اوزلاش کی اس طرح بے حرمتی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بروقت اس کا انسداد کرتے۔

② آپ قبر میں زندہ نہیں تھے۔

③ آپ کی بوسیدہ ہڈیاں دریائے دجلہ میں بہادی گئیں، اس لئے اب بغداد میں آپ کے نام کا جو مزار ہے وہ محض فرضی قبر ہے۔

لیکن افسوس ان اندھے عقیدت مندوں پر جنہوں نے اس سے نصیحت حاصل کرنے کے برعکس شیخ کی قبر پر یہ شرکیہ شعر رقم کر رکھے ہیں کہ

با دو شاہی ہار دو عالم	شیخ عبد القادر ہست
سرور اولاد آدم	شیخ عبد القادر ہست
آف تاب و باہ تاب و	عرش و کرسی و قلم
زیر پائی شیخ	عبد القادر ہست

”دونوں جہانوں کے بادشاہ شیخ عبدالقادر ہیں، بنی آدم کے سردار شیخ عبدالقادر ہیں،

شمس و قمر، عرش، کرسی اور قلم (یہ سب) شیخ عبدالقادر کے پاؤں تلے ہیں۔“ لظاہف

(آمین کن۔ مغروہ)

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شذرات الذہب (۳۱۴، ۳۱۳، ۳۱۲)، انجم الزہرۃ (۱۴۲۶) الزہل علی الروضین لابن شامہ (ص ۱۲) خود شیخ کے عقیدت مندوں نے بھی اس واقعہ کو نقل کر کے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے: قلائد الجواہر (ص ۲۶۰) اور غوث الثقلین (ص ۲۰۳)۔

غلاوہ ازیں اگر شیخ جیلانی واقعی غوث تھے تو پھر انہوں نے سقوط بغداد کے موقع پر امریکی فوج کے خلاف مظلوم عراقی مسلمانوں کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بمباری سے شیخ خود اپنے فرضی مزار کو بھی نہ بچا سکے تو پھر آپ دوسروں کی مدد کے لئے کیسے آسکتے ہیں؟

عرصہ دراز تک عراق میں رہائش اختیار کئے رکھنے والے ایک پاکستانی دوست نے بتایا کہ جس قدر شیخ جیلانیؒ کے نام پر پاکستانی عقیدت مند غلو کاریوں کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کا عشر عشر بھی بغداد میں دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ وہاں تو ”یا غوث“ کہنا بھی قانوناً جرم ہے!!



② یا عبد القادر شیئا لله اور

صلاة غوثیہ کی حقیقت

یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے جو بعض عقیدت مندوں نے پیدا کر رکھی ہے کہ ”خود شیخ جیلانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ مشکلات کے وقت مجھے پکارا کرو میں زندگی میں بھی اور بعد از حیات بھی تاقیامت تمہاری سنتا اور مدد کرتا رہوں گا۔“

اس سلسلہ میں آپ کی طرف جو جھوٹی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، ان میں سے بطور نمونہ ایک جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

”شیخ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہے یا مجھ کو پکارے تو میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جو کوئی میرے توسل سے خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ جو کوئی دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یعنی ”قل ہو اللہ احد“ پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور مجھ پر بھی سلام بھیجے اور اس وقت اپنی حاجت کا نام بھی لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ اس پانچ قدم جانب مشرق میرے مزار کی طرف چل کر میرا نام لے اور اپنی حاجت کو بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دو شعروں کو بھی پڑھے۔“

(ترجمہ اشعار: ”کیا مجھ کو آجھ تنگدستی پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہو سکتا ہے جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔“ بحیثیت کے محاذ پر خصوصاً جبکہ وہ میرا مددگار ہیں۔“)

گار ہو، تنگ و ناموس کی بات ہے کہ بیابان میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے۔“ (۱)

،بہجة الأسرار میں ہے کہ

”پھر عراق (بغداد) کی سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے۔“ (۲)

نقد و تبصرہ

① اول تو یہ واقعہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے ہم یہ

ثابت ہو چکے ہیں کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

② اگر بالفرض شیخ نے یہ بات خود فرمائی بھی ہو تو تب بھی اس پر عمل اس لئے نہیں

کیا جاسکتا کہ یہ قرآن و سنت کے صریح خلاف ہے۔

③ فی الحقیقت یہ بات خود شیخ کی مؤحدانہ تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ شیخ تو یہ فرماتے ہیں

کہ

”أخلصوا ولا تشرکوا وخذوا الحق وعن بابہ لا تبرحوا سلوہ ولا

تسنلوا غیرہ استعینوا بہ ولا تستعینوا بغيرہ توکلوا علیہ ولا تتوکلوا علی

غیرہ“

”اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے

سے منہ نہ موڑو۔ اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو، اسی سے مدد مانگو، کسی اور

سے مدد نہ مانگو، اسی پر توکل و اعتماد کرو اور کسی پر توکل نہ کرو۔“ (۳)

(۱) (قائد الجواب، مترجم: ص ۱۹۲)

(۲) (ص ۱۰۲)

(۳) (افتح البانی: مجلس ۲۸ ص ۱۵۱)

③ شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں

گیارہویں کی حقیقت و اصلیت واضح کرنے سے پہلے سر دست یہ واضح کرنا ضروری

ہے کہ 'گیارہویں' کے کہتے ہیں؟ ضیاء اللہ قادری لکھتے ہیں کہ

”گیارہویں شریف در حقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث اعظم شیخ

عبدالقادر جیلانیؒ کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔“ (۱)

اسی طرح خلیل احمد رانا 'گیارہویں' کیا ہے؟ میں لکھتے ہیں کہ

”موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور

پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام 'گیارہویں شریف' کا بھی آتا ہے۔ حضور غوث

اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے عقیدت و محبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی

گیارہویں تاریخ کو مسلمان اکیلے یا اکٹھے ہو کر آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے

ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام

'گیارہویں' مشہور ہو گیا ہے۔“ (۲)

اس کے علاوہ بھی اس کے کئی پس منظر بیان کیے جاتے ہیں بہر حال مذکورہ اقتباسات

سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ گیارہویں شیخ جیلانیؒ کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے منائی جاتی

(۱) (غوثِ اشکین: ص ۲۱۷)

(۲) (ص ۴۰)

ہے۔ تاہم عوام اسے محض ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی آگے شیخ کو نوحۃ اعظم، مختارِ کل، مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے آپ کے نام کی نذرو نیاز کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اور بالخصوص ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو بھی ایک عرصہ سے اب اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اسے چھوٹی گیارہویں سے جبکہ سالانہ گیارہویں کو بڑی گیارہویں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

گیارہویں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا نذرو نیاز کے لئے بہر دو صورت شرعی اعتبار سے اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہے:

نذرو نیاز کی نیت سے گیارہویں

نذر بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ 'منت' اور فارسی میں 'نیاز'

کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کی وہ قسم ہے "جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔" (۱)

جیسا کہ مولانا وحید الزمان قاسمی رقم طراز ہیں کہ

"نذر، منت وہ صدقہ یا عبادت وغیرہ جو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کیا جائے اور

اپنے مقصد کی تکمیل پر اسے ادا اور پورا کیا جائے۔" (۲)

اور اس بات میں دورانے نہیں ہو سکتیں کہ عبادت خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو (زبانی،

مالی، بدنی)، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں اور نذرو نیاز کے بارے میں خود اللہ

تعالیٰ نے حضرت مریم کو یہ طریقہ سکھایا:

﴿فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أَكَلِمَ الْيَوْمَ أَنْسِيًّا﴾ (مریم: ۲۶)

”تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے کہ میں آج کسی شخص سے

بات نہ کروں گی۔“

علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر کا تذکرہ بھی قرآن مجید نے اس طرح کیا

ہے:

﴿وَرَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّمًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي﴾

”اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد

کرنے کی نذر مان رکھی ہے لہذا تو میری طرف سے (یہ) قبول فرما۔“ (آل عمران: ۳۵)

معلوم ہوا کہ نذر و نیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ کفار مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المائدہ: ۱۰۳، الانعام: ۱۳۶) جبکہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا کہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایک مکھی کا چڑھاوا نذرانہ پیش کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲۰۳) مگر افسوس ان لوگوں پر جو بکروں کے بکرے اور دیگوں کی دیکے غیر اللہ کی نذر کرنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہنم کچھ نہ کہے گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام فقہانے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار

دیا ہے۔ (۱)

(۱) [مثلاً دیکھئے: الرد المحتار علی الدر المختار: ۲/۱۲۸، البحر الرائق: ۲/۲۹۸، فتاویٰ عالمگیری (۱: ۲۱۶)]

ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف!

مردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی اصطلاح ہمارے ہاں بڑی معروف ہو چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کوئی بھی نیک عمل کر کے اس کا ثواب خود حاصل کرنے کی بجائے کسی مخصوص میت کو پہنچا دیا جائے۔ بلکہ اس کے لئے یہ لفظ بھی بولے جاتے ہیں کہ ”یا اللہ! ہمارا یہ قرآن پڑھنے، یا صدقہ کرنے کا ثواب فلاں فلاں میت کو پہنچا دے۔“ حالانکہ خیر القرون میں نہ ایسی کوئی اصطلاح کہیں دکھائی دیتی ہے اور نہ ثواب ”بلی“ کرنے کا ایسا کوئی طریقہ ان میں رائج تھا۔ تاہم یہ بات ضرور ہے کہ بعض نیک اعمال کا ثواب یا فائدہ میت کو ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اول تو یہ وہی مخصوص اعمال ہیں جن کا شریعت میں تذکرہ موجود ہے، ان کے علاوہ اور کوئی ایسا عمل نہیں کیا جاسکتا جو شریعت سے ثابت نہ ہو۔

اور دوم یہ کہ ان پر ایصالِ ثواب کا لفظ بولنا مناسب معلوم نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے ”انتفاع میت“ کے لفظ زیادہ مناسب اور حقیقت کے ترجمان ہیں۔ کیونکہ بعض چیزوں کا میت کو فائدہ تو ہوتا ہے مگر ثواب نہیں ہوتا۔ مثلاً میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی شخص یہ ادا کر دے تو میت کو اس کا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ اس کی جواب دی سے میت کو قیامت کے روز چھٹکارا مل جائے گا۔ لیکن اس قرض کی ادائیگی کا ثواب میت کو نہیں بلکہ اس زندہ شخص ہی کو ہوگا جس نے رقم خرچ کی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ ائمہ

سلف نے بھی اس سلسلہ میں ایصالِ ثواب کی بجائے انتفاعِ میت کے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔ آئندہ سطور میں مزید تفصیل کے لئے ہم غیر جانبدارانہ طور پر ان تمام صورتوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں جن سے میت کو کسی نہ کسی طرح فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے۔ اور ان صورتوں کا جواز بھی قرآن و حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ ان میں گیارہویں کسی طرح بھی داخل نہیں ہے!!

① دعا:

کوئی بھی مسلمان جو توحید و ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ درج ذیل دلائل سے ثابت ہوتا ہے:

① **وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ [الحشر-۱۰]**

”اور جو لوگ ان (اہل ایمان) کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ نہ بنا اے ہمارے پروردگار بلاشبہ تو مشفق مہربان ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فوت شدگان کے لئے کوئی بھی مسلمان مغفرت کی دعا کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بات درج ذیل حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے:

② **عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَدْعُو لَهُمْ**
فَسَأَلَتْهُ عَائِشَةُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ إِنِّي أَمَرْتُ أَنْ أَدْعُو لَهُمْ^(۱)

”عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جنت البقیع کی طرف نکلا کرتے اور وہاں مدفون مردوں کے لیے دعا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: مجھے ان کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“

② صدقہ جاریہ:

صدقہ جاریہ سے مراد وہ نیک کام ہیں جن کا ثواب آدمی کو وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے مثلاً اللہ کی راہ میں کسی چیز (گھر، ہسپتال، سبیل وغیرہ) کو وقف کر دینا، اور جب تک وہ چیز موجود رہے گی تب تک اسے وقف کرنے والے کو ثواب پہنچتا رہے گا۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له“ (۱)

”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ہیں (جن کا فائدہ اسے مرنے کے بعد بھی ہوتا رہتا ہے) ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے یا ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ان مما یلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمہ ونشرہ وولدا صالحا ترکہ ومصحفا ورثہ او مسجدا بناہ او بیتا لابن السبیل بناہ او نہرا اجراہ او صدقة اخرجها من ماله فی صحته من بعد موته“ (۲)

(۱) [مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (۱۳-۱۶۳۱)]

(۲) [ابن ماجہ المقدمة باب ثواب معلم الناس الخیر (۲۴۲) ابن خزیمہ (۲۴۹۰) شعب الایمان بحقی

(۳۴۴۸) صحیح الجامع الصغیر لابن ابی (۲۲۳۱)]

”بلاشبہ مومن آدمی کو اس کے عمل اور نیکیوں سے اس کی موت کے بعد بھی جو

فائدہ ملتا رہتا ہے اس میں یہ چیزیں شامل ہیں:

۱۔ ایسا علم جس کی اس نے تعلیم دی اور اسے نشر کیا

۲۔ اور نیک اولاد

۳۔ اور مصحف (قرآن) جو اس نے ورثہ کے لیے چھوڑا۔

۴۔ یا جو اس نے مسجد تعمیر کی

۵۔ یا مسافر خانہ تعمیر کیا

۶۔ یا نہر جاری کی

۷۔ یا اپنی زندگی اور تندرستی میں اپنے مال سے صدقہ نکالا اسے مرنے کے بعد

بھی ان کا اجر ملتا رہے گا۔“

③ اللہ کی راہ میں پیرے کی حالت میں فوت ہونے والے کا اجر

یاد رہے کہ اللہ کی راہ (جہاد) میں پیرے کی حالت میں فوت ہونے والے کا اجر بھی

تاقیامت جاری کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت سے ثابت ہے۔

عن سلمان قال سمعت رسول الله ﷺ: رباط يوم وليلة خير من

صيام شهر رمضان وقيامه وان مات جري عليه عمله الذي كان

يعمله واجري عليه رزقه وامن الفتان“ (۱)

”سلمان فارسیؓ نے کہا میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا: اللہ کی راہ

میں ایک دن اور ایک رات سرحدوں کا پہرہ دینا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے

(۱) [مسلم کتاب الامارہ باب فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل (۱۹۱۳، ۱۶۳) مسند ابی حواء

(۵-۹۳، ۹۳) نسائی کتاب الجہاد باب فضل الرباط (۲-۳۹) مشکل الآثار (۳-۱۰۲) ابن حبان

(۴۶۰۳، ۴۶۰۴) طبرانی کبیر ۶-۳۲۷ (۸۷۸، ۶۱) مستدرک حاکم (۲-۸۰)]

بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا اس کا وہ عمل اس پر جاری رہے گا وہ جو کرتا رہا۔ اور اس پر اس کا رزق و بدلہ جاری کر دیا جائے گا اور وہ فتنے سے محفوظ ہوگا۔“

④ میت کی طرف سے صدقہ:

اگر میت کی اولاد اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کرے تو اس فوت شدہ کو اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

ان رجلا قال للنبي ﷺ ان امي اقلت نفسها واراها لو تكلمت تصدقت افا تصدق عنها؟ قال نعم تصدق عنها“ (۱)

”ایک آدمی نے نبی ﷺ سے کہا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے اگر وہ مرتے وقت بات کر سکتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے صدقہ کر۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

”ان رجلا قال لرسول الله ﷺ ان امة توفيت اينفعها ان تصدقت عنها؟ قال نعم قال: فان لي مخرافا فانا اشهدك اني قد تصدقت به عنها“ (۲)

”ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اس کی ماں فوت ہو گئی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں کیا اسے نفع ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ہاں، تو اس آدمی نے کہا میرا

(۱) بخاری کتاب الوصایا باب ما يستحب لمن توفي فبأنة ان يتصدقوا عنه وقضاء التذوق عن الميت (۱۳۸۸، ۲۷۶۰) ابوداؤد کتاب الوصایا (۲۸۸۱) مسلم کتاب الزکاة باب وصل ثواب الصدقة عن الميت الیہ (۱۰۰۳-۵۱)

(۲) [بخاری کتاب الوصایا (۲۷۶۰، ۲۷۵۶، ۲۷۶۲) ابوداؤد کتاب الوصایا (۲۸۸۲) ترمذی کتاب الزکاة (۶۶۹) نسائی (۳۶۵۷، ۶۵۶) بیہقی (۶-۲۷۸)]

ایک پھل دار باغ ہے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں میں نے وہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر دیا۔“

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے حوالہ سے یہ واضح رہے کہ صرف اولاد ہی اپنے والدین کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کر سکتی ہے۔ البتہ دیگر افراد کے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔^(۱)

۵ میت کی طرف سے حج کرنا:

میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو میت کا یہ فرض ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ

”ان امرأة من جهينة جاءت الى النبي ﷺ فقالت: ان امي نذرت ان

تحج حتى ماتت الفاحج عنها؟ قال نعم، حجي عنها ارايت لو كان علي

امك دين اكنت فاضيته؟ افضو الله فالله احق بالوفاء“^(۲)

”جہینہ قبیلہ کی ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئی ہے اس نے حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تو اس کی طرف سے حج کر۔ (پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ) بتاؤ! تمہاری ماں پر اگر قرض ہوتا تو کیا تم ادا نہ کرتی؟ (جس طرح قرض بندوں کا حق ہے اور اسے ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح) اللہ کا حق ادا کرو۔ اللہ وفا کا زیادہ حقدار ہے۔“

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار: ۳/۱۰۵)

(۲) [بخاری کتاب جزاء الصيد باب الحج والذبح عن الميت (۱۸۵۲) نسائی کتاب المناسک

(۲۶۳۲، ۲۶۳۱) مسند احمد (۱-۲۳۹، ۲۴۹، ۲۴۵)

میت کی طرف سے قربانی

اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے بعض اہل علم توجہ پر قیاس کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ بعض اس کے جواز کے قائل نہیں۔

⑥ میت کی طرف سے روزوں کی ادائیگی:

اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے رہ جائیں تو اس کے اولیا اس کی طرف سے یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من مات وعليه صيام صام عنه وليه“ (۱)

”جو آدمی مر جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کی جانب سے اس کا ولی روزہ رکھے۔“

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ

”جاءت امرأة الى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ان امي ماتت وعليها صوم نذر افاصوم عنها قال: ارايت لو كان علي امك دين فقبحته اكان يؤدى ذلك عنها؟ فقالت نعم، قال: فصومي عن امك“ (۲)

”ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول میری ماں فوت ہوگئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے

(۱) [بخاری کتاب الصوم باب من مات وعليه صوم (۱۹۵۲) مسلم کتاب الصیام باب قضاء الصیام عن الميت (۱۵۳) ابو داؤد کتاب الصیام باب فمن مات وعليه صیام (۲۴۰۰) بیہقی (۲-۲۷۹) مسند احمد (۲۹-۲)]

(۲) [مسلم کتاب الصیام باب قضاء الصیام عن الميت (۱۱۳۸، ۱۵۶) بخاری کتاب الصوم باب من مات وعليه صوم (۱۹۵۳)]

رکھوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تمہاری ماں پر فرض ہوتا تو تُو اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ تو اپنی ماں کی طرف سے روزے رکھ۔“

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ

”ان سعد بن عبادۃ استفتی رسول اللہ: فقال ان امی ماتت وعليها نذر فقال اقصه عنها“ (۱)

”سعد بن عبادہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: میری والدہ فوت ہو گئی ہیں ان کے ذمہ نذر ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی طرف سے نذر کو پورا کر۔“

اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے:

”اذا مرض الرجل في رمضان ثم مات ولم يصم اطعم عنه ولم يكن عليه قضاء وان كان عليه نذر قضى عنه وليه“ (۲)

”جب کوئی آدمی رمضان میں مریض ہونے کے بعد مر جائے اور اس نے روزے نہ رکھے ہوں، تو اس کی طرف سے کھانا (فدیئے میں) دیا جائے اور اس کی طرف سے قضا نہیں اور اگر اس پر نذر کے روزے ہوں، تو اس کی طرف سے اس کا ولی ان کی قضائی دے۔“

البتہ اولیا کے علاوہ دیگر افراد کے لئے ایسا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ واضح رہے کہ میت کے متروکہ فرضی (یعنی رمضان کے) روزے رکھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض تو نذر کی طرح اس کے بھی جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم

(۱) [بخاری کتاب الوصایا (۲۷۶۱) مسلم کتاب النذر باب الامر بقضاء النذر (۱-۱۶۳۸) ابوداؤد کتاب

الایمان والنذر باب فی قضاء النذر عن المیت (۳۴۵۶) ترمذی کتاب النذر وروایا یمان (۱۵۴۶) نسائی

کتاب الوصایا (۳۶۶۲، ۳۶۶۳) ان ماجہ کتاب الکفارات (۲۱۳۲)

(۲) [ابوداؤد کتاب الصیام: باب فیمن مات وعليه صیام (۲۳۰۱) الحلی (۷-۷) ۲]

کا خیال ہے کہ صرف نذر کے روزے جائز ہیں تاہم میت کے متروکہ رمضان کے روزوں کی جگہ فدیہ ادا کیا جائے مگر یہ روزے نہ رکھے جائیں۔^(۱)

● میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی:

میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی بھی دوسرا شخص میت کا یہ قرض ادا کر سکتا ہے۔ خواہ میت کا ولی کرے یا کوئی اور شخص۔ جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ

”ایک آدمی فوت ہو گیا۔ ہم نے اسے غسل دے کر کفن پہنا دیا، اسے خوشبو لگائی اور جنازہ گاہ میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ کی اطلاع دی۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا: شاید تمہارے ساتھی کے ذمے قرض کی ادائیگی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا ہاں! دو دینار اس پر قرض ہے۔ آپ پیچھے ہٹ گئے اور فرمایا اپنے ساتھی کا جنازہ تم خود ہی پڑھ لو۔ ابو قتادہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں اس کی ادائیگی کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے: وہ دو دینار تجھ پر تیرے مال سے ادا کرنا پھر فرض ہے اور میت ان سے بری ہے۔ نبی اکرم ﷺ ابو قتادہؓ سے ملے اور ان سے پوچھا کہ تم نے دو دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو ابھی کل فوت ہوا ہے (اس لئے ابھی میں نے وہ قرض ادا نہیں کیا)۔ پھر آپ دوبارہ ملے تو یہی بات پوچھی۔ ابو قتادہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے وہ قرض ادا کر دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اب اس پر اس کی جلد ٹھنڈی ہوگئی (یعنی قرض کی ادائیگی سے اس پر سے سختی اٹھ گئی)۔“^(۲)

(۱) [تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب السنن (۲۸۹/۲، ۸۲/۳)]

(۲) [مشترک حاکم (۵۸-۶) بیہقی (۷۵، ۷۴-۶) مسند طرابلسی (۱۶۷۳) مسند احمد (۳-۳۳۰) مجمع

الروائد (۳۹-۳) تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد: ۳۳۰، حاکم: ۵۸، بیہقی: ۷۴، ۷۵

⑧ نیک اولاد

نیک اولاد کے ہر نیک عمل کا ثواب قدرتی طور پر موجد والدین کو بھی پہنچتا رہے گا۔

⑨ نفع بخش علم

نفع بخش علم (خواہ شاگردوں کی صورت میں ہو یا کتابوں اور مدرسہ وغیرہ کی شکل میں) اس کا ثواب بھی مرنے کے بعد میت کو پہنچتا رہتا ہے۔

ان دونوں صورتوں کی دلیل درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة

جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له“ (۱)

”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ہیں (جن کا فائدہ اسے مرنے کے بعد بھی ہوتا رہتا ہے) ۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے یا ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔“

مندرجہ بالا سطور میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ تمام صورتیں ذکر کر دی گئی ہیں جن کا فائدہ کسی نہ کسی طرح میت کو پہنچتا ہے، البتہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے دیگر طریقے مثلاً قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی اور گیارہویں وغیرہ سب بدعتی امور ہیں جن کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا گیارہویں سمیت ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔

امام العز بن عبد السلام:

امام العز بن عبد السلام نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا:

(۱) [مسلم کتاب الوصیۃ باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاته (۱۴-۱۶۳)]

”ومن فعل طاعة لله تعالى ثم اهدى ثوابها الى حي او ميت لم ينتقل ثوابها اليه اذ (ليس للانسان الا ما سعى) فان شرع في الطاعة ناويا ان يقع عن الميت لم يقع عنه الا فيما استثناه الشرع كالصدقة والصوم والحج“ (۱)

”جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی کام کیا پھر اس نے اس کا ثواب کسی زندہ یا مردہ کو بخشا تو اللہ کی اطاعت کا ثواب اسے نہیں پہنچے گا کیونکہ قرآن میں ہے: (انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی) اگر کسی اطاعت کی ابتداء اس نیت سے کی کہ اس کا ثواب فلاں میت کو مل جائے تو یہ میت کی طرف سے واقع نہیں ہوگی۔ ہاں وہ چیزیں میت کی طرف سے واقع ہوں گی جنہیں شریعت نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جیسے صدقہ، روزہ، حج وغیرہ“

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

”لم يكن من عادة السلف اذا صلوا تطوعا وصاموا وحجوا او قرؤا القرآن انهم كانوا يهدون ثوابهم الى الاموات انما كانوا يدعون لهم ويستغفرون لهم فلا ينبغي للناس ان يعدلوا عن الطريق السلف فانه افضل واكمل“ (۱)

”سلف صالحین کی یہ عادت نہیں تھی کہ وہ نفلی نماز پڑھنے روزہ رکھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے بعد اس کا ثواب میت کو پہنچاتے ہوں (جس طرح کہ ہمارے ہاں معمول بنالیا گیا ہے!) وہ تو ان کے حق میں دعا کرتے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش

(۱) کتاب الجنائز، شیخ البانی حفظہ اللہ تعالیٰ ص ۱۷۴

(۲) فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۲۳، ۲۴

طلب کیا کرتے تھے۔ اس لئے لوگوں کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ سلف کا طریقہ چھوڑ
دیں کیونکہ سلف ہی کا طریقہ افضل اور زیادہ کامل ہے۔“



④ سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت

صوفیاء نے عبادت و ریاضت اور تقرب الہی کے لئے کچھ سلسلے وضع کر رکھے ہیں جن میں چار سلسلے خصوصی طور پر معروف ہوئے:

- ① سلسلہ قادریہ: یہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف منسوب ہے۔
- ② سلسلہ سہروردیہ: یہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔
- ③ سلسلہ چشتیہ: یہ خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے۔
- ④ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ: یہ بہاؤ الدین محمد نقشبندی کی طرف منسوب ہے۔

پہلے کے سوا باقی تینوں سلسلوں کو سلسلہ قادریہ کا مرہون منت قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ان تینوں سلسلوں کے بانی شیخ جیلانی ہی تھے۔ اور ویسے بھی شیخ کے بارے میں ایسی جھوٹی باتیں منسوب ہیں کہ شیخ تمام ولیوں کے سردار تھے۔ بلکہ شیخ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ

”قَدَمِيْ هَذِهِ رَقْبَةُ كُلِّ وَلِيٍّ اَللّٰهُ“

”میرا پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ شیخ کو خود آنحضرتؐ نے ’خرقہ‘ (صوفیاء کا مخصوص زائدانہ لباس) پہنا کر اس عالی شان مقام ولایت پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ حضرت خضر سمیت تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام بھی آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں بھجۃ الأسوار اور فلاح الجواہر جیسی اُن غیر معتبر کتابوں میں

موجود ہیں جن کی استنادی حیثیت ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔ تاہم دورِ حاضر میں عملی طور پر ان سلاسل سے وابستہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کسی سلسلہ میں داخل ہوئے بغیر اور کسی پیر و مرشد کو پکڑے بغیر نجات مشکل ہے اور بیعت کر کے کسی سلسلہ میں محض داخل ہو جانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سلسلوں میں داخل کرنے والے اب خود ہی ایسے گمراہانہ عقائد کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ.....! بلکہ وہ اپنے مریدوں کو بھی اس طرح کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآن و سنت کے صریح مخالف ہے۔ حتیٰ کہ بعض نام نہاد پیر و مشائخ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر تم اپنے شیخ کو خلافِ شرع حالت میں بھی دیکھو تو شیخ کے بارے میں بدگمانی کی بجائے یہی سمجھو کہ تمہیں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے.....!!

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور ان کے مابعد کے ادوار میں جب ایسے سلسلوں کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی۔ اس دور میں سرکاری طور پر اسلام نافذ العمل تھا، جہاد جاری تھا اور کفر و شرک ہر طرف سرنگوں تھا، البتہ روحانی طور پر مسلمانوں میں کمیاں، کوتاہیاں پائی جاتی تھیں اور زہد و تقویٰ کی بجائے عیش و عشرت اور خواہش پرستی کی وبا چار سو پھیلتی جا رہی تھی جس کے آگے بند باندھنے اور روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے اولیاء نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ تزکیہ نفس اور تعلیم و تربیت کے ادارے قائم کئے اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق زہد و تقویٰ کے دیے جلائے۔ اُس دور میں شیخ جیلانیؒ سمیت اکثر و بیشتر زہاد و صوفیاء کے کم از کم عقائد درست رہے تاہم عملی طور پر بعض مسائل میں یہ بھی غلو اور افراط کا شکار ہوتے گئے۔ جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اولیاء و مشائخ کے پاس ہر شخص کا حاضر ہو کر 'سلوک' کی منزلیں طے کرنا فرض ہے جیسا کہ شیخ جیلانیؒ خود رقم طراز ہیں کہ

”فلا بد لكل مرید الله عز وجل من شیخ“^(۱)

”ہر مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک شیخ (پیر) لازم پکڑے۔“

پھر جب مرید سلوک کی منازل طے کر کے شیخ و مرشد کے درجے پر پہنچ جاتا تو اسے ایک مخصوص قسم کا مونا لباس جسے ’خرقہ‘ کہا جاتا، پہنا دیا جاتا اور یہ اس بات کی علامت سمجھا جاتا کہ اب یہ شخص مریدوں کی تربیت کرنے کے لائق ہو چکا ہے اور اسے تزکیہ نفس کے لئے کسی اور علاقے میں بھیج دیا جاتا۔ یہ طریقہ چونکہ قرآن و سنت سے ثابت نہیں تھا، اس لئے ائمہ محققین نے اس کی بھرپور تردید کی۔ بطور مثال شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رقم طراز ہیں کہ

”واما لباس الخرقۃ التي یلبسها بعض المشائخ المریدین فہذہ لیس

لہا أصل یدل علیہا الدلائل المعتبرة من جهة الكتاب والسنة ولا کان

المشائخ المتقدمون وأكثر المتأخرین یلبسونہا المریدین.....“^(۲)

”مریدوں کو ’خرقہ‘ پہنانے کی رسم جسے بعض مشائخ ادا کرتے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد

ہے۔ کتاب و سنت کے معتبر دلائل میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ متقدم مشائخ بلکہ اکثر متأخر

مشائخ بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ متأخرین میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا تھا

جو اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب سمجھتا تھا.....“

پھر شیخ الاسلام اس ضمن میں پیش کئے جانے والے دلائل کی کمزوری واضح کرنے

کے بعد فرماتے ہیں: ”ری یہ بات کہ کوئی گروہ اپنے آپ کو کسی خاص شخص کی طرف

منسوب کرے، تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ ایمان و قرآن سیکھنے کے لئے لوگ یقیناً ان

(۱) [الغنیۃ: ۲/۲۸۱]

(۲) [مجموع الفتاوی: ج ۱۱ ص ۵۱۲، ۵۱۱]

علماء کے محتاج ہیں جو انہیں اس کی تعلیم دیں مثلاً جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے پھر صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ علاوہ ازیں جس طرح کسی عالم سے کوئی شخص قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس سے ظاہر و باطن (تزکیہ نفس) کی بھی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی عالم (شیخ، ولی، پیر وغیرہ) کو متعین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ لازماً اپنے آپ کو کسی متعین شیخ کی طرف منسوب کرے بلکہ ہر وہ شخص جس کے ذریعے اسے کوئی دینی فائدہ پہنچے، وہ اس فائدہ پہنچانے میں اس کا شیخ ہی ہے۔ بلکہ اگر کسی فوت شدہ انسان کا کوئی ایسا قول یا عمل اسے پہنچے جس سے اسے دینی اعتبار سے فائدہ ہو تو وہ فوت شدہ شخص بھی اس جہت سے اس کا شیخ ہے۔ اس لئے امت کے سلف صالحین نسل در نسل خلف (بعد والوں) کے لئے شیوخ ہی متصور ہوں گے۔

اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شیخ کی طرف نسبت کرے جو صرف اپنی پیروی (بیعت) کرنے والے سے دوستی اور دوسروں (بیعت نہ کرنے والوں) سے دشمنی رکھتا ہو بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر اس شخص سے جو اہل ایمان ہے اور ہر اس شیخ، عالم وغیرہ جس کا زہد و تقویٰ معروف ہے، سے دوستی رکھے اور اس کے باوجود خصوصی دوستی کے لئے کسی ایک (شیخ) کو خاص نہ کرے، الا کہ اس کا خصوصی تقویٰ اور ایمان اس کے لئے ظاہر ہو، اور اپنی ترجیحات میں صرف اسے مقدم رکھے جسے اللہ اور اس کا رسول (یعنی قرآن و حدیث) مقدم کریں اور اسے ہی افضلیت دے جسے اللہ اور اس کے رسول (قرآن و حدیث) فضیلت سے نوازیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

”اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں کنبے اور قبیلے اس لیے بنادیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہنچانو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔“

اور ارشاد نبوی ہے کہ ”لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا

أسود علی أبيض ولا أبيض علی أسود إلا بالتقویٰ“

”کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی سیاہ کو کسی سفید پر یا کسی سفید کو کسی سیاہ پر سوائے تقویٰ کے اور (کسی لحاظ سے بھی) کوئی فضیلت و مرتبہ حاصل نہیں ہے۔“



باب 4

خلاصہ بحث اور اہم نکات



خلاصہ بحث

- (۱) شیخ عبدالقادر جیلانی انتہائی متقی، دیندار، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے۔
- (۲) شیخ ۴۷۱ھ (یا ۴۷۰ھ) کو بغداد کفریب (جیلان، کیلان) میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر بھر دینی و اصلاحی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۶۱ھ کو فوت ہو کر دفن ہوئے۔
- (۳) غنیۃ الطالبین، فتوح الغیب اور الفتح الربانی آپ کی تصانیف ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر کتابیں جنہیں آپ کی تصانیف میں شامل کیا جاتا ہے، انکی کوئی دلیل نہیں۔
- (۴) شیخ عقائد و نظریات کے حوالہ سے صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔
- (۵) شیخ نے اپنے متبعین کو طریقت و باطنیت کی بجائے قرآن و سنت پر مبنی شریعت کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔
- (۶) شیخ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے مگر قرآن و سنت کے خلاف نام کی رائے پر ڈٹے رہنے کے قائل نہ تھے۔
- (۷) جن لوگوں نے شیخ کو 'حنفی' قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے محض کذب بیان سے کام لیا ہے۔

(۸) شیخ جیلانی ان معنوں میں صوفی تھے کہ آپ زاہد تھے، ورنہ متاخر صوفیا کی طرح وحدت الوجود اور حلول وغیرہ جیسے گمراہانہ عقائد آپ میں نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ایسے نظریات کی تردید کرنے والے تھے۔

(۹) بشر ہونے کے ناطے شیخ بھی بعض تفردات کا شکار ہوئے جن میں زہد و تقویٰ میں غلو و مبالغہ سرفہرست ہے۔

(۱۰) شیخ کی بہت سی کرامتیں زبان زد عام ہیں لیکن ان میں سے ننانوے فیصد غیر مستند اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقیدت مندوں نے وضع کر رکھا ہے۔

(۱۱) آپ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل جو اگرچہ تعلیم و تعلم اور تزکیہ نفس کی خاطر شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ غلط عقائد کی آمیزش سے دین و شریعت کے متوازی آگئے، سراسر محل نظر ہیں بلکہ اب تو ان میں شمولیت سے بہر صورت اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۲) شیخ جیلانی کو 'غوث اعظم' کہنا نہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی (معاذ اللہ) اہانت ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے۔

(۱۳) صلاۃ غوثیہ اور یا عبد القادر شینا اللہ کہنا نہ صرف یہ کہ شیخ جیلانی کی تعلیمات سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ صریح کفر و شرک ہے!!

(۱۴) شیخ جیلانی کے نام کی گیارہویں اگر بطور نذر و نیاز ہو تو صریح شرک ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو واضح بدعت ہے۔

(۱۵) اولیاء و مشائخ کی صرف انہی تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہیے جو قرآن و سنت (شریعت) کے موافق ہوں جب کہ ان کی ایسی باتیں جو انہوں نے فی الواقع کہی ہوں یا محض ان کی طرف بعد والوں نے منسوب کر دی ہوں، انہیں لائق اعتماد نہیں سمجھنا چاہیے جو قرآن و سنت کے صریح منافی ہوں اور خود اولیاء وائمہ کرام کا بھی یہی نکتہ نظر تھا کہ ”اگر ہمارا کوئی قول و فعل قرآن و سنت کے منافی ہو تو اسے درخور اعتناء نہ سمجھا جائے!“



غوث قطب اور ابدال کا عقیدہ رکھنا کفر اور شرک ہے!!

مشرکین مکہ

مکہ کے مشرک نہایت ضدی اور ہٹ دھرم تھے۔ اپنے آباؤ اجداد کی رسومات پر جان دینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ وہ بتوں کے پجاری اور بت تراش تھے، ہر گھر میں بت موجود تھے حتیٰ کہ خانہ خدا جیسا مقدس مقام بھی ان بتوں کی پلیدی سے محفوظ نہ تھا۔ ان کے عقائد باطلہ اور آراء فاسدہ کا قرآن کریم نے جا بجا ذکر کیا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ جب کسی مصیبت میں پھنس جاتے تو صرف اللہ واحد لا شریک کو پکارتے اور کہتے:

الہی! ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا۔ بس پھر ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔“

مگر جب ان کی مصیبت رفع ہو جاتی تو اللہ کی کرم نوازی بھلا کر اپنے بتوں کی طرف رجوع کرتے اور کہتے یہ سب کچھ ان کے طفیل ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس بات کا شاہد ہے کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے اور کشتی کو چاروں اطراف سے موجیں گھیر لیتیں تو پھر وہ سب کچھ بھول جایا کرتے۔۔۔۔۔ پھر اللہ یاد آتا۔۔۔۔۔ اور اسے ہی وہ پکارتے:

لئن افعیتنا من هذه لنكونن من الشکرین (یونس)

”(یا اللہ!) اگر تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدے تو پھر ہم تیرے شکر گزار

بندے بن جائیں گے۔“

لیکن جب کشتی ساحل سلامتی پر پہنچتی تو پھر اللہ کے آستانہ کو چھوڑ کر اوروں کے درود یوار کے سامنے سر جھکاتے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس روش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

”فاذا ركبوا في الفلك دعوا لله مخلصين له الدين فلما نجاهم الى البر اذا هم يشركون“ (العنكبوت)

”جب وہ (مشرک) کشتی میں سوار ہوتے تو صرف اللہ کو پکارتے اور دین، خالص اسی کا سمجھتے۔ لیکن جب (اللہ تعالیٰ) ان کی کشتی ساحل سمندر پر پہنچا کر نجات دیتا تو پھر شرک کرتے“ (یعنی کہتے کہ ہم نے فلاں بزرگ یا فلاں بت کی طفیل نجات پائی)

دور حاضر کے مشرکین

مگر ہمارے زمانہ کے مشرکوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اللہ کی بارگاہ میں دست دعا پھیلانے اور اغثنی یا اللہ، یا حی یا قیوم برحمتک استغیث وغیرہ.... وظائف اور دعائیں کرنے کے بجائے صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد صلوٰۃ غوثیہ کا اہتمام کرتے ہیں جو قبلہ رخ ہونے کے بجائے، بجانب شمال منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ یہ نماز شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام کی پڑھتے ہیں۔ حالانکہ پیر صاحب نے یہ نماز نہ خود ہی پڑھی اور نہ اپنی کتاب ”غنیۃ الطالبین“ اور نہ ”فتوح الغیب“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ پھر اللہ جانے ان لوگوں نے کہاں سے صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ حبیبہ وغیرہ کا صلوٰۃ مکتوبہ کے ساتھ ناکا گار دیا ہے۔

اگر آج پیر صاحب اس عالم رنگ و بو میں تشریف فرما ہوتے تو ان پر خوش ہونے کے بجائے ان کے اس فعل پر سخت ناراض ہوتے اور ان پر بدعتی اور مشرک ہونے کا فتویٰ صادر

کرتے کیونکہ یہ نمازیں وہ ہیں جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ ماسانزل

اللہ بہا من سلطان!

مزید برآں مسجد میں بیٹھ کر مسنون ذکر الہی کو ترک کر کے یا غوث اعظم کا شرکیہ وظیفہ کرتے ہیں یا اس مشرکانہ وظیفے کی رٹ لگاتے ہیں:

امداکن امداد کن دردین و دنیا شاد کن

از بند غم آزاد کن یا شیخ عبدالقادر!

یا حضرت معین الدین چشتی کو اپنا کامل حاجت روا اور مشکل کشا تصور کرتے ہوئے

اس مشرکانہ وظیفے کو زور شور سے پڑھتے ہیں:

یا معین الدین چشتی

در گرد اب بلا افتاد کشتی!

ایسے مشرکانہ وظائف پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ بلکہ اپنی مسجدوں اور مدارس

کے نام بھی غوثیہ اور جیلانیہ رکھتے ہیں اور مسجدوں کے سامنے جلی حروف میں یا غوث

اعظم یا غوث الثقلین یا غوث المستغیثین یا غوث پاک وغیرہ لکھتے ہوئے

نہیں ہچکچاتے۔

دونوں (پہلے مشرکوں اور موجودہ مشرکوں) کا موازنہ:

آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا سوچئے اور غور کیجئے۔ پھر بتائیے کہ دور حاضر

کے مشرکوں اور مشرکین مکہ میں کون سا نمایاں فرق ہے جس کے باعث ان کو اسلام کے

شیدائی اور ان کو اسلام کے دشمن تصور کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ دونوں فریق ایک

دوسرے کے مماثل ہیں اور مشرک ہونے میں ان میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی ظاہری فرق

نظر آتا ہے تو بس یہی کہ یہ مسجد میں آکر پہلے برائے نام رکی نماز پڑھتے ہیں پھر مشرکانہ وظائف اور تصور شیخ میں محو ہو جاتے ہیں اور وہ نماز کے منکر تھے۔ وہ نماز کی آڑ میں بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ علی الاعلان اپنے گھروں میں بت رکھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے جھکتے تھے۔

یہاں یہ بات قابل غور و فکر ہے کہ وہ مشرک اور کافر اور اللہ سے دور ہونے کے باوجود مصیبت اور تنگی کے موقع پر تمام سہاؤں کو چھوڑ کر اسی رب العزت کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری سے دعا کرتے جس کا نام سن کر لال پیلے ہو جاتے تھے۔۔۔ فلما ركبوا فى الفلك دعوا لله مخلصين له الدين !!

ان کے برعکس دور حاضر کے مشرکوں کا یہ حال ہے کہ مسجدوں میں جو صرف اللہ عز و جل کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینا للہ یا غوث اعظم یا غوث المستغیثین وغیرہ کے شرکیہ وظائف کیے جا رہے ہیں اور ان کو ایسا کرنے سے روکنے والے کو بزرگان دین کا بے ادب اور گستاخ تصور کیا جاتا ہے لیکن مکہ کے مشرک اپنے بزرگوں کے نام کے وظائف نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے مدرسوں اور مسجدوں کے نام غوثیہ اور وجیلانیہ تو نہیں رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کا عقیدہ یہ تو نہیں تھا کہ دنیا میں ایک قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ کچھ ابدال ہوتے ہیں اور کچھ نقبا اور نجباء ہوتے ہیں۔ ان کا یہ عقیدہ بھی نہیں تھا کہ قطب الاقطاب کا علم اللہ کے حکم پر حاوی ہوتا ہے۔ اور اللہ کی قدرت پر اسے پوری دسترس ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک!

مگر یہاں یہ حال ہے کہ جاہلوں کی تو کیا بات کیونکہ وہ تو عوام کا لالہ عام ہوتے ہیں بڑے بڑے قرآن و حدیث کے عالم ہونے کے مدعی اس بیماری میں اور لوگوں کو

اس میں مبتلا کر رہے ہیں۔

غوث کا عقیدہ:

چنانچہ انہوں نے عوام میں یہ بات مشہور کی ہوئی ہے کہ اس عالم کون و مکاں میں ہر وقت تین سو تیرہ اشخاص ایسے رہتے ہیں جو نجباء کے نام سے مشہور ہوتے ہیں۔ پھر ان میں سے ستر کو نقبار کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے چالیس کو ابدال کے درجے پر پہنچتے ہیں۔ ان میں سے سات کو قطب کا درجہ دیا جاتا ہے۔ ان میں سے چار داتا کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک غوث کا اعلیٰ مقام حاصل کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے جب اہل زمین پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا رزق کی تنگی ہوتی ہے یا کسی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو وہ ان تین سو تیرہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ یہ ان فریادوں اور حاجتوں کو اپنے میں سے منتخب شدہ ستر نقبار کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ ستر ان حاجات کو اپنے سے بلند مرتبہ چالیس ابدال کے سامنے پیش کرتے ہیں پھر یہ چالیس اپنے سے سات منتخب قطبوں کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے ہیں اور یہ سات اپنے سے بلند مرتبہ چار اشخاص کی جنہیں داتا کہا جاتا ہے خدمت میں پیش کرتے ہیں پھر یہ چاروں اپنے سے منتخب ہستی کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اس کا نام غوث ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے اور تمام دنیا میں ایک ہی غوث ہوتا ہے۔ بیک وقت دو غوث نہیں ہو سکتے۔ اس کا علم اللہ کے علم کے برابر ہوتا ہے اور اس کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کم نہیں ہوتی۔

قرآن پاک کا فیصلہ!

ہم ایسا عقیدہ رکھنے کو کفر و شرک سے تعبیر کرتے ہیں مگر جو لوگ ایسا فاسد عقیدہ رکھتے ہیں وہ اسے بزرگان دین کی تعظیم و تکریم پر محمول کرتے ہیں اور ایسا عقیدہ نہ رکھنے والوں کو بزرگان دین کا منکر، بے ادب گستاخ کہتے ہیں اور ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا تو کجا ان سے مصافحہ کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔

اب اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے ہمیں ائمہ کبار اور بزرگان دین کے اقوال تلاش کرنے کے بجائے کتاب اللہ اور حدیث نبویؐ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ کیونکہ قرآن کریم تمام مسلمانوں کی متفقہ کتاب ہے اس سے کسی کو انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیروی کا حکم دیا ہے:

”اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونه اولیاء“ (الاعراف)

”جو کتاب تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے بس اسی کی پیروی کرو۔

اور اسے چھوڑ کر کسی اور بزرگ یا ولی کی پیروی مت کرو۔“

آئے! الحمد سے لے کر والناس تک تمام قرآن پاک کی ورق گردانی کیجئے اور

راس میں غوث قطب اور ابدال کی تلاش کیجئے۔ آپ خواہ اس میں کتنی جانفشانی اور

عرق ریزی سے کام لیں پھر بھی ان لوگوں کا کہیں سراغ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے پیارے بندوں کا قرآن عزیز میں بار بار ذکر کیا ہے۔ ان کی صفات حمیدہ بیان

کرنے میں بھی بخل سے کام نہیں لیا۔ اللہ رب العزت نے اپنی برگزیدہ ہستیوں انبیاء اور

رسل کا جا بجا تذکرہ کیا ہے بلکہ بعض کے اسمائے گرامی بھی بار بار ذکر کیئے ہیں اگر اس عالم

آب و گل میں غوث، قطب اور ابدال ہوتے تو کتاب الہی میں ان کا ضرورتاً تذکرہ

ہوتا۔ کیونکہ وہ تو ایسی جامع کتاب ہے جس میں انبیاء کے اسمائے گرامی کے علاوہ ان کی صفات حمیدہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے مثلاً:

”واذکر فی الكتاب ابراہیم انه کان صدیقاً نبیاً (مریم)

واذکر فی الكتاب اسمعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولا نبیاً

واذکر فی الكتاب موسیٰ انه کان مخلصاً وکان رسولا نبیاً“

سید المرسلین اور امام المتقین کے اوصاف جلیلہ اور اوصاف حمیدہ سے سارا قرآن بھرا ہوا ہے۔ آپ کو کبھی یا ایہا المزمّل کبھی یا ایہا المدثر کبھی یس اور کبھی یا ایہا النبی سے مخاطب کیا گیا ہے کسی مقام پر یا قطب الاقطاب یا غوث الاقطاب سے نہیں پکارا گیا!!!

یہ اس بات کا بین ثبوت ہے اور روز روشن کی طرح واضح دلیل ہے کہ غوث، قطب اور ابدال سب فرضی نام ہیں، شریعت مطہرہ ان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔ اور غوث، قطب وغیرہ کا عقیدہ رکھنا مشرکین مکہ کے شرکیہ عقائد سے کم نہیں۔

حدیث کا فیصلہ!

قرآن عزیز بحرِ خار ہے کہ جس میں عوامی کرنے سے ہر شخص گوہر مقصود نہیں پاسکتا۔ یعنی اس کتاب مقدس کے معانی اور مفہوم کو سمجھنے کے لیے ہر کہ دو کو ہمت نہیں۔ ممکن ہے کہ ہم اس کتاب ہدایت کے اشاروں سے باخبر نہ ہوں۔ اس لیے ہم حدیث نبویؐ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے فیصلے کو ناطق اور حتمی تصور کرتے ہیں۔

آئیے آنحضرت ﷺ... فدائے ابی و امی! کی حیات مقدسہ پر غور کیجئے اور آپ کے اقوال افعال اور قابل تحسین کردار پر ایک گہری نظر ڈالیے اور پھر بتائیے کیا آپ غوث

تھے۔ اگر غوث تھے تو آپ نے اپنی زبان مبارک سے غوث ہونے کا دعویٰ کیوں نہیں کیا؟ جیسے خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ فرمایا کہ لانی بعدی!!

اسی طرح یہ بھی دعویٰ کرنا چاہئے تھا کہ میں غوث ہوں۔ اگر آپ غوث نہیں تھے تو پھر آپ نے اپنے عہد مسعود میں ہونے والے غوث کی نشاندہی کیوں نہ کی اور بعد میں آنے والے کی پیشین گوئی کیوں نہ فرمائی؟ آپ ایک معلم کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے تھے، آپ نے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں سرمو انحراف نہیں کیا تو پھر غوث کی خبر کیوں نہ دی؟۔۔۔ پھر غوث سے مدد طلب کرنے کا حکم کیوں نہ فرمایا۔۔۔؟؟!

دوستو! آئیے دیکھئے۔۔۔ یہ صحیح بخاری ہے۔۔۔ یہ صحیح مسلم ہے۔۔۔ یہ دیگر کتب احادیث آپ کے سامنے موجود ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کو کھول کر ان میں سے کوئی ایسی حدیث تلاؤ جو تمہارے مدعا کو ثابت کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس سے ثابت ہو کہ اس عالم فنا میں غوث ہر وقت موجود رہتا ہے اور اپنے قطبوں کی سفارش سے لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں بیاگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ آپ کسی صحیح حدیث سے اپنے دعوے کو مدلل ہرگز نہیں کر سکیں گے۔۔۔۔۔!!

ابن تیمیہؒ کی رائے!

امام المحققین، راس المفسرین ابن تیمیہؒ، اپنے فتاویٰ میں جلد نمبر ۷۷ صفحہ نمبر ۹۷ پر غوث، قطب اور ابدال وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

”هذا كله باطل لا اصل في كتب الله وسنة رسوله ولا قال احد من

سلف الامة ولا ائمتها ولا من المشايخ الكبار المتقدمين من الذين

یصلحون للاقتداء بهم“

”یہ تمام باتیں غلط ہیں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں ان کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ امت کے سلف صالحین، ائمہ اور مقتدین میں سے اور بڑے بڑے مشائخ میں سے جو اقتداء کئے جانے کے لائق ہیں۔ کسی نے ایسی بات نہیں کہی یعنی غوث، قطب اور ابدال کی کسی نے خبر نہیں دی۔“

غوث کا بطلان!

غوث کا باطل ہونے کے متعلق امام ابن تیمیہ نے ایک اور عقلی دلیل پیش کی ہے۔ جو لوگ غوث کے وجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ غوث ہمیشہ مکہ معظمہ میں مقیم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آنحضرتؐ اور آپ کے خلفائے اربعہ۔۔۔۔ جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے۔۔۔۔ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے۔ وہ آخری عمر میں مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ غوث کے درجے پر فائز نہیں تھے۔ پھر بتلاؤ ان کے زمانہ میں اور کون تھا جسے غوث کے نام سے پکارا گیا ہو؟ یا بعد میں جسے غوث کا لقب دیا گیا ہو؟

ظاہر ہے اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہوگا!!

بعض من گھڑت احادیث!

کچھ لوگ اپنے دعویٰ کو مدلل کرنے کے لیے ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء اور شیخ ابو عبد الرحمن سلمیٰ کی بعض کتب پیش کرتے ہیں اور ان میں موضوع اور من گھڑت احادیث کی مدد سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مجدد وقت امام ابن تیمیہ نے ان تمام پر ناقدانہ نگاہ ڈال کر ان کی سخت تردید کی ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ (جلد ۲ صفحہ

(۹۸) پر لکھتے ہیں:

”فلا تغربذاک فان فیہ الصحیح والحن والضعیف الموضوع
والمکذب الذی لاختلاف بین العلماء فی اتہ کذب موضوع“
”آپ ان کے دھوکا میں نہ آجائیں۔ کیونکہ ان کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع اور من
گھڑت حدیثیں ہیں جن کے جھوٹ اور موضوع ہونے میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں۔“
حافظ ابن قیمؒ نے المنار المتیف فی الصحیح والضعیف میں اس کے متعلق اپنی رائے کا
یوں اظہار کیا ہے:

”احادیث اقطاب، اغوات، ابدال کلھا باطل“
”یعنی غوث، قطب اور ابدال کے سلسلے ہیں جس قدر روایات مروی ہیں سب بے بنیاد
اور غلط ہیں۔“

اسی طرح ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں، بیروتی نے اسنی المطالب
فی احادیث مختلفہ المراتب میں، ایسی تمام احادیث کو جو غوث، قطب ابدال کے
متعلق ہیں، موضوع قرار دیا ہے۔

کیا حسنؒ غوث تھے؟

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت حسنؒ غوث اول تھے۔ پھر غوث کا سلسلہ ان کی
اولاد میں رہا لیکن قرآن کریم میں اس کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ اسی طرح حدیث نبویؐ
بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی، حدیث ثریف میں حضرت حسنؒ کے بے شمار فضائل مذکور ہیں
نہیں آنحضرت ﷺ نے کہیں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا غوث ہے یا غوث ہوگا یا اس کی
نسل سے غوث کا سلسلہ جاری رہے گا۔

پھر آپ کے صحابہ کرامؓ نے بھی ان کو کبھی غوث اعظم نہیں کہا۔ بلکہ آپ خلیفہ ہوئے تو ان کو یا امیر المؤمنین کہہ کر پکارا گیا اور نہ انہوں نے خود غوث ہونے کا دعویٰ کیا۔ امام ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ پر اپنی ٹھوس رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”هذا لا يصح على مذهب اهل السنة ولا على مذاهب الرافضة“

”یعنی یہ عقیدہ کہ حضرت حسنؒ غوث تھے، اہل سنت پر کے مذہب کے مطابق درست نہیں ہے اور نہ ہی روافض کے مذہب کی رو سے جائز ہے۔“

ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں کہ تین باتوں کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں:

(۱) باب النصیریہ (۲) منتظر الرافضة (۳) غوث الجہال

نصیریہ ایک دروازے کا نام ہے۔ نصیریہ نامی فرقے کا دعویٰ ہے کہ یہ دروازہ ان کے داخلہ کے لیے ہے۔ اس دروازے کا وجود تو ہے لیکن یہ دعویٰ غلط ہے کہ یہ ان کے لیے مخصوص ہے لیکن محمد بن حسن جس کا شیعہ حضرات انتظار کر رہے ہیں اور غوث جو مکہ معظمہ میں مقیم ہوتا ہے کے متعلق بیان کرتے ہیں:

فانه باطل ليس له وجود (فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد ۲ ص ۹۱)

”یہ دونوں بالکل باطل ہیں، ان کا کوئی وجود نہیں“

شیخ عبدالقادر جیلانی۔!

مشرک لوگ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ قطب الاقطاب اور غوث اعظم تھے۔ انہیں دنیا کی ہر چیز کا علم ہے۔۔۔۔۔ ان کو اللہ کی قدرت اور ریشیت میں پورا دخل ہے۔۔۔۔۔ وہ اللہ سے جو چاہے کروا سکتے ہیں۔۔۔۔۔! آج بھی ان کے نام کی گیارہویں شریف دی جائے تو وہ ہر طرح کی حاجت برآری اور مشکل

کشان کر سکتے ہیں۔۔۔۔!!

جہاں تک ان کی عزت و تکریم اور بزرگی کا تعلق ہے ہم ان کا نام نہایت عقیدت اور احترام سے لیتے ہیں اور ان کی بزرگی اور بارسائی پر انگشت نمائی کو سوء ادب بر محمول کرتے ہیں۔ لیکن اس سے بڑھ کر انہیں خدا کی صفات کا مظہر قرار دینا شرک قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ان صفات میں ذات الہی واحد ہے حتیٰ کہ انبیاء و رسل کو جو اللہ کی نہایت برگزیدہ ہستیاں ہوئی ہیں ان صفات میں شریک نہیں کیا۔ پھر ان کے بعد اور کون شخص ایسا دعویٰ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ کے نیک اور پیارے بندے تھے لیکن غوث اور قطب الاقطاب نہیں تھے۔

نیز ان مشرک لوگوں کا عقیدہ ہے کہ غوث ہمیشہ مکہ معظمہ میں رہتا ہے اور ایک وقت میں تمام روئے زمین پر ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر یہ کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں زندگی بسر کی اور کہاں وفات پائی؟ اس کا صحیح جواب تاریخ ہی دیتی ہے۔ کہ ان کی جائے پیدائش، مسکن اور جائے تدفین عراق کے ایک مرکزی شہر بغداد میں ہے، پھر غوث کیسے ہوئے؟

ایک عجیب انکشاف!

یہ پیر صاحب جن کا نام شیخ عبدالقادر جیلانی ہے جن کو جاہل لوگ ”گیارہویں والا پیر“ کہتے ہیں۔ اور چاند کی گیارہویں تاریخ کو ان کے نام کی کھیر پکا کر لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں اور جن کے متعلق جاہل طبقہ میں مشہور ہے کہ انہوں نے ایک ڈوبی ہوئی کشتی کو بارہ سال کے بعد بمعہ مسافروں کے ساحل سمندر پر پہنچایا۔ لیکن اپنی قبر کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے۔

آج کل بغداد میں ان کا جو مزار بنا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ بالکل فرضی اور بے بنیاد ہے۔ وزیر ابوالمظفر جلال الدین بن عبید اللہ بن یونس نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کی قبر پر پیشانیاں رگڑتے ہیں اور دیگر شرکیہ امور کرتے ہیں چنانچہ اس نے شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کی قبر کو اکھیڑ دیا اور ان کی نعش کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں کے سپرد کر دیں۔

اس بات کا انکشاف ابن عماد حنبلی نے اپنی کتاب، شذرات الذهب جلد ۴ ص ۳۱۳ تا ۳۱۴ پر کیا ہے اگر اس کی بات پر یقین نہ آئے تو اس کی تصدیق کے دو اور نہایت معتبر مصنفوں کی گواہی حاضر ہے۔ چنانچہ ابن تغری بردی حنفی نے النجوم الزاهرة فی ملوک مصر والقاهرة جلد ۶ ص ۱۴۲ پر اور ابو شامہ دمشقی نے الذہب علی الروضتین میں ص ۱۲ پر اس تاریخی واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

غوث کا علم!

اول تو غوث کا وجود قرآن و سنت کی روشنی میں ثابت نہیں ہوتا اور امام المحققین ابن تیمیہؒ نے غوث، قطب اور ابدال کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کیا۔ اگر بالفرض ان لوگوں کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کا علم اللہ کے علم کے برابر ہے۔ اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت سے کم نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ سراسر شرک اور کفر ہے بلکہ امام ابن تیمیہؒ کا تو یہ فتویٰ ہے کہ سید المرسلین کی ذات گرامی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ ان کا علم اللہ کے علم پر حاوی ہے اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے مساوی ہے۔۔۔۔۔ ایسا اعتقاد کفر ہے۔ چنانچہ اپنے فتاویٰ میں جلد ۷ ص ۱۰۳ پر لکھتے ہیں:

”ان هذا كفر صريح وجعل قبيح وان دعوى هذا في رسول الله ﷺ

كفر دع ماسواه“

”یعنی ایسا عقیدہ رکھنا صریح کفر ہے اور بہت بڑی جہالت ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنا تو رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق بھی کفر ہے چہ جائیکہ کوئی اور ہو۔“

الغرض غوث، قطب اور ابدال کا عقیدہ رکھنا اور یہ سمجھنا کہ۔۔۔۔۔ وہ حاجت برآری کرتے ہیں۔۔۔۔۔، رزق کشادہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔، بیماری دفع کرتے ہیں۔۔۔۔۔، مصائب و آلام دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔۔۔۔۔، ان کا علم اللہ کے علم کے برابر ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اور ان کی قدرت اللہ کی قدرت کے برابر ہوتی ہے۔۔۔۔۔ (یہ) تمام امور کفر و شرک ہیں۔!!

ایسے اعتقاد کے ہوتے ہوئے نہ نماز ہی فائدہ مند ہے اور نہ روزہ اور دیگر عبادات کسی کام آئیں گی۔ اس لیے ان مشرکانہ عقائد سے توبہ کرنی چاہئے اور عقیدہ توحید پر پختگی سے قائم رہنا چاہئے۔ یہی عقیدہ توحید ہماری نجات کا باعث ہوگا۔

فبشر عبادی الذین يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئک الذین

هدهم الله واولئک هم اولو الالباب

”ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے، جو بات کو سنتے ہیں اور اس بات کی پیروی کرتے ہیں جو سب سے اچھی ہے۔ انہی لوگوں کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔“

حافظ مبشر حسین لکھنوی کی چند علمی و تحقیقی اور اصلاحی کتب



قرآن و حدیث اور فلسفہ کی ترجمان
E-Mail: mubashir@hotmail.com PH: 0300 4602878

مبشر اکیڈمی لاہور